

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مجموعہ کلامِ شبلی

مرتبہ

نظر الملک علوی اڈیر الناظر

و مالک الناظر بک الحنبی

الناظر رس و اقع لکھنؤ میں چھاپا

قیمت ۱۰/-

۱۹۲۷ء

بار سوم

تصانیف مولانا شبلی مرحوم

- سیرۃ البنی - حصہ اول مجلد ہجرت و حصہ دوم مجلد سے و للعب
آغاز اسلام - اسلام کی ابتدائی تاریخ اور حضورِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات
سیرۃ النعمان - امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور ان کا طریق اجتہاد
الفاروق - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری اور ان کا طرز حکومت
الغزالی - امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ
الممامون - خلیفہ مامون الرشید عباسی کی سوانح عمری
سوانح مولانا روم - بلوٹاروم کے حالات زندگی اور ان فلسفہ قصوں
بیان خسرو - حضرت امیر خسرو کے حالات اور کلام پر تبصرہ
مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مقررہ موضوعات کو جواب
سفر نامہ روم - روم و مصر و شام کے حالات
رسائل شبلی - بیس علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ
مقالات شبلی - پندرہ علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ
الکلام - جدید علم کلام
علم الکلام - مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ
شعر البحر - فارسی شاعری کی تاریخ جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم، جلد پنجم
مضامین متفرقہ - گنجانہ اسکندر - اسلامی حکومت اسلامی تاریخ اور عالمگیر
کلیات شبلی - (فارسی) حسین دیوان شبلی اور مجموعہ ہائے غزلیات شامل ہیں
الانتقاد - جرجی زیدان کے تمدن اسلام پر عربی زبان میں ریویو
ملنے کا پتہ الناظرین کی تحسین کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارش

Checked 1969.

1978

فارسی بین نابینا بنی نقش با بی نگہ نگ
بگذر از مجموعہ اردو کہ بی رنگ من بہت

یہ میرزا اسد اللہ خان غالب کا خیال اپنے کلام اردو کے متعلق تھا مگر زمانہ کی
برہمیتوں کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ وہی مجموعہ اردو جو مرزا کے نزدیک
بیرنگ تھا آج غالب کی شہرت و عظمت کا ذریعہ بنا ہوا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ فارسی
کلام کو معدوم بنے چند آدمیوں کے سوا کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ غالب کا کلیات فارسی
نو لکھ پڑھنے والی روئی کاغذ پر چھاپ دیا ہے اور شائقین کا محدود گروہ اسی کو غنیمت جانتا
ہے۔ اردو دیوان کی مقبولیت اور مانگ کا یہ عالم ہے کہ کھٹو کا نیوز لاہور وغیرہ میں جو
رکمی دیوان چھپتے رہتے ہیں ان کے علاوہ دیوان سے ایک خاص اڈیشن شائع ہوا ہے
اگرچہ محنت، شمار و غیرہ کا انتظام نہیں کیا گیا۔ لیکن کاغذ، پیر و کتابت و ضخ مسطر
کٹاواہ ہے اور قیمت معقول ہونے کے باوجود ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ اسکے علاوہ
تین چار شرحیں لکھ کر شائع کی گئیں جن میں سے حسرت موہانی کی شرح تو اس قدر مقبول ہوئی
کہ ۱۹۱۶ء میں چوتھی بار چھپی تھی اور اب قریب ختمام کے ہے مگر شیدایان کلام
غالب کی پیاس اب تک نہیں بجھی ہے اور انجمن ترقی اردو کی طرف سے تمام کے
ساتھ ایک اعلیٰ اڈیشن شائع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پھر مرزا کا اردو کلام ادق،

(ب)

نا قابل فہم اور بعض مجتہدین نقادان فن کے بقول ناقص اور غلط ہونیکے باوجود اس زمانہ کے اخبارات - رسائل اور تصانیف میں جس کثرت سے موقع بہ موقع استعمال کیا جاتا ہے، وہ بھی حسن قبول کی دلیل ہے۔

مولانا شبلی کی بھی قریب قریب یہی حالت تھی۔ وہ اگرچہ ابتدا سے اردو میں مشق فن کرتے تھے مگر کبھی اُسکو موقع نہ سمجھے۔ بلکہ زمانہ قیام حیدر آباد میں جب کبھی سکا ذکر نکلتا تو وہ ایسے پیرایہ میں گفتگو کرتے جس سے صاف ترشح ہوتا کہ مولانا اردو میں شعر کہنے کو موجب ننگ جانتے تھے۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ ایک طرف قدیم شاعری کا چمنستان آسرو داغ کی نعمتِ بنجیوں کے لیے وقف تھا اور دوسری طرف نظم جدید کی محنت میں مولانا حاکمی کا سکہ چل رہا تھا۔ مولوی شبلی صاحب کو اسکی کیا توقع ہو سکتی تھی کہ وہ ان حریفوں کے مقابلے میں کوئی نمایاں امتیاز حاصل کر سکیں گے اور جو شہرت اپنی تاریخ تصانیف کی وجہ سے مولانا کو علمی دنیا میں حاصل ہو چکی تھی اُسکے بعد وہ اسے مشکل ہی سے گوارا کر سکتے تھے کہ شاعرِ دن کی مجلس میں اُنکی کرسی بنی رہے، چنانچہ ہی وجہ یہ کہ مولانا کے ابتدائی کلام میں سے ایک مثنوی اور چند قومی نظموں کے سوا کچھ نہ بچنے پایا اور اُنکی اشاعت میں بھی مولانا نے کوئی اہتمام نہیں کیا۔

ایک مرتبہ راقم الحروف کو ایک فلمی بیاض سے مولانا شبلی کے کچھ اشعار کی نقل مل گئی لیکن جب مولانا سے ذکر آیا اور اُنناظر میں اُنکی اشاعت کا ارادہ ظاہر کیا گیا تو انھوں نے باصرہ اس سے باز رکھا بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر اُن کی اشاعت کی جائیگی تو راقم الحروف سے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے۔ وہ اشعار اتفاق سے تلفِ ہونگے ورنہ اب اُنکی اشاعت کا اچھا موقع تھا۔ ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

برہ متفرقات میں ملے گا۔

دسمبر ۱۹۱۱ء میں جب تقسیم ہنگال کی خوشی کا اعلان کیا گیا تو مسلمانوں میں ایک غیر معمولی اضطراب اور ہرجان پیدا ہو گیا تھا مولانا شبلی ملک کے سیاسی معاملات میں پہلے کوئی حصہ نہیں لیتے تھے۔ مگر اس عام اضطراب اور ہرجان کے دوران میں مسلمانوں کی پولیٹیکل کروٹ کے عنوان پر جو مضامین انھوں نے مسلم گزٹ میں لکھے تھے ان سے مولانا کے خیالات و کیفیات کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں جنگ بلقان چھڑ گئی اور جہانگیر حسین علم ہری مجروحین جنگ کی امداد کے لیے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے جو جلسہ ہوا تھا اس میں مولانا نے جو چند شعر پڑھے تھے انھیں سے اُنکے اس دور شاعری کی ابتدا ہوتی ہے۔ اُس کے بعد جنگ کے سلسلہ میں مسلم یونیورسٹی کے متعلق مسلم لیگ کے خلاف مسجد کانپور کے بارہ مین ندوہ کی نام نہاد اصلاح کے لیے اور دیگر معاملات قومی و ملکی پر مولانا کی نظیمیں برابر شائع ہوتی رہیں۔ یہ نظیمیں بکثرت السلالہ میں اور نیز دوسرے اخبارات میں کثافت و وضافت، وغیرہ کے فرضی سوال سے چھپتی رہیں اور بہت پسند کی گئیں۔ بعض جو زیادہ مقبول ہوئے ان میں انسوس ہے کہ پریس ایکٹ کے تحت اُنکی اشاعت روک لی گئی اور یہی وجہ ہے کہ ان مجموعے میں انکو جگہ نہیں مل سکی۔ مولانا کا فارسی کلام بے شہد بہت پاکیزہ ہوتا ہے خود مولانا کو بکا طور پر اس پر ناز تھا اور انھوں نے اپنی دیگر تصانیف کی طرح اُس کے چھوٹے چھوٹے مجموعے کافی اہتمام کے ساتھ چھپوا کر شائع بھی کیے تھے مگر واقعات و حالات شاہد ہیں کہ مرزا غالب کی طرح مولانا کو بھی دیروزانہ سے شکست اُٹھنا پڑی۔

دیوان شبلی جو عرصہ ہوا نامی پریس میں بڑی خوشنمائی کے ساتھ چھپا تھا اور اس وقت تک ختم نہیں ہوا۔ یومی گل ۱۹۰۹ء کا چھپا ہوا اب تک بک رہا ہے۔

دستہ کمل البتہ سال گذشتہ دوبارہ چھپا برضوائے اس کے اردو کے متعدد مکمل
مجموعے اس چند سال کی مدت میں چھپے اور قریب قریب اختتام کو پہنچ چکے
ہیں۔ اور ایک مکمل مجموعہ کی برابری مانگ ہو رہی ہے چنانچہ مہنشی محمد امین صاحب
اڈیشہ نزل السلطان نے ایک مکمل مجموعہ فراہم کیا اور مکرئی سید سلیمان صاحب ناظم
دارالمصنفین کے پاس عرصے سے وہ مجموعہ رکھا ہوا ہے جسے مولوی معین الدین صاحب
جہانگیر آبادی نے بڑی کوشش سے جمع کیا تھا۔ لیکن بعض اسباب کی بنا پر دولہا
صاحبان نے ابھی تک اپنے اپنے مجموعے ضرورتوں میں رکھ چھوڑے ہیں۔ اور یہ
دیکھ کر کہ دہلی میں جو مجموعہ نظم شہل چھپا اور نیز اس سے قبل لاہور علی گڑھ وغیرہ
میں جو مجموعے چھپے یہ بالکل ناقص ہیں، الناظر بک ایجنسی کے معزز نذرانہ انوکلی
ضرورت و خواہش پر نظر کر کے یہ مجموعہ شائع کیا جاتا ہے۔ جو اگرچہ مکمل نہیں
کہا جاسکتا تاہم سابقہ مجموعوں سے یقیناً افضل ہے۔ اگر کوئی مکمل مجموعہ شائع ہو جائیگا
تو اسکی دوبارہ اشاعت کی حاجت نہ رہیگی ورنہ اس کے آئندہ ادیشن میں اور
اضافے ہو جائیں گے۔ افسوس ہے کہ جنگ کی وجہ سے ملک کے کاروبار پر جو خراب
اثر پڑا ہے اس کی بدولت کاغذ جیسا چاہیے ویسا نہیں مہیا ہوا اسی سبب سے
چھپائی میں زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا اگر دوسرے ادیشن کی نوبت آئی تو انشاء اللہ
اس نقص کو رفع کر دیا جائے گا۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

ظفر الملک

مولانا شبلی مرحوم کی جملہ تصانیف الناظر بک ایجنسی میں موجود
تحتی ہیں اس مجموعے کے سرورق پر فہرست ملاحظہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صبح امید

اور اک حال باز نگہ می تو ان نمود
حرفے ز حال خویش بہ سہا نوشتہ ایم

کیا یاد نہیں ہیں وہ آیام؟
وہ قوم کہ جان بھی جہان کی
تھے جس پہ نثار فتح و اقبال
گل کر دیے تھے چراغ جسے
وہ نیزہ خون نشان کہ چل کر
روما کے دھوین اڑا دیے تھے
بالین ہمہ جاہ و شوکت و فر
ہست پین بلند پایہ اُس کا
منطق میں ہوا جو گرم جولان
میدان سخن جو روبرو تھا
جو فلسفیان ہند و چین تھے
یہ قوم کہ تلج آسمان بھی
تھے جان کے پڑ گئے جولالے
جس چشے سے ایک جہان تھا سرب
جب قوم بھی بتلائے آلام
جو تلج بھی فرق آسمان کی
کسری کو جو کر چکی بھی پامال
قیصر کو دیئے تھے داغ جسے
ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر
اٹلی کو کنوین جھنکا دیے تھے
اقلیم ہنر بھی تھے سُحر
تھا فلسفہ زیر سایہ اُس کا
تھامے تھے رکاب مصر و یونان
فارس کی زبان پہ طر تو ایتھا
خرمن سے اسی کے خوشہ چیں تھے
اب کوئی گھڑی کی یہمان تھی
ہر سانس پہ لیتی تھی سہنھالے
وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بے آب

پامال ہوا تھا بوستان کیا !
 وہ ابرکہ چھپا رہا تھا یکسر
 پتی نے دبا لیا فلک کو
 اب خضر کو گرہی کا ڈر ہے
 جو ابراہی بھی برس گیا ہے
 اسلام کی جان پر نبی ہے
 ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت
 غفلت نے ڈبو دیا تھا ہم کو
 سٹنے پہ جو تھا نشان ہمارا
 غفلت کے یہ چلے تھے جھونکے
 کس نیندین سو گئی تھیں آنکھیں ؟
 ادراک و خرد سے بر طرف تھا
 بیکار تھا بے نظام تھا دل
 تھے ہوش و حواس سب معطل
 تھی روز بروز حالت اتر
 نیچے گھٹنے لگی تھی بڑھ کر
 عزت نہ رہی نہ جاہ و ثروت
 دولت ہے جو ہاتھ دھو چکے تھے
 وہ فلسفہ کس ہمارا

آئی تھی ہمارے پر خزان کیا !
 دوون ہوئے کھل گیا برس کر
 خورشید ترس گیا چمک کو
 عیسیٰ کو تلاش چارہ گر ہے
 اک بوند کو اب ترس گیا ہے
 دم توڑ رہا ہر جان کنی ہے
 ہم تھے وہی مست خواب راحت
 تقلید نے کھو دیا تھا ہم کو
 خواب اور ہوا اگر ان ہمارا
 گو صبح ہوئی ہم نہ چونکے
 بیکار سی ہو گئی تھیں آنکھیں
 دل یا کوئی پارہ خرف تھا ؟
 پہلو میں براے نام تھا دل
 سیدھی تھی غرض نہ ایک بھی کل
 بن بن کے بگڑ چلا مقدر
 دریا یہ اتر چلا تھا چڑھ کر
 افلاس کی بج چکی تھی نوبت
 ہم علم و ہنر بھی کھو چکے تھے
 گنجینہ علم و فن ہمارا

وہ اوج کمال نکتہ دانی
منقول کی انتہا سے تکمیل
ترتیب گذارش دلائل
اندوختہ سلف تھا جو کچھ
نچھے ذرہ خاک - یا تار سے
منقول کو - فقہ کو - ادب کو -
یہودہ فنا ہمارے پارین
وہ نوک مرہ کی نیزہ بازی
یہ طرز خیال تھا ہمارا
جغرافیہ وجود سارا
کی سیر بھی گرچہ جد و ہر کی
نالون کے دکھائے جب تماشے
دریا ٹھہرایا چشم تر کو
پھیرا رگ دل کو نیست تر سے
اس کو چہ تنگ و تار سے ہم
کھا یا کئے گو ہزار چتر
پرچا یا ذکر تھا تو یہ تھا
انہی تو ہمیں نہ کچھ خبر تھی
لڑ پڑتے تھے بات بات میں ہم

یعنے وہ سائل معسانی
آئین و اصول حج و تعدیل
اس طرح کے اور بھی مسائل
وہ لعل تھا یا خنز تھا جو کچھ
اب کچھ نہیں ہاتھ میں ہمارے
ہم ہاتھ سے کھو چکے ہیں سب کو
زلف و خط و خال کے مضامین
وہ ترک نگہ کی فتنہ سازی
یہ فن - یہ کمال تھا ہمارا
ہر چند کہ ہم نے پھان مارا
لیکن نہ خبر ملی کس کی
گردون کے اڑا دیے پر نچے
خون تابہ نشان کس جگر کو
نالون کو لڑا دیا اثر سے
اس بیچ سے اس حمار سے ہم
تازیت نکل بسکے نہ باہر
جولان گہن کر تھا - تو یہ تھا
ادرون کے عیوب پر نظر تھی
ڈوبے تھے تعصبات میں ہم

دھلائی کمال دینداری
 تکفیر ہمارا ہی چلن تھا
 دشمن کو نہ کر سکے موافق
 گمراہ تو سیکرہ دن بنائے
 خلق نبوی کی تھی یہ تصویر
 تصنیف میں گالیوں کی بھرمار
 برپا تھے وہ مسجدوں میں فتنے
 آپس میں نفاق کا یہ عالم
 اللہ ری یہ وفور غفلت !
 باطل پہ فدا - توحق سے بیزار
 دیندار ہمارے نام تھے ہم
 تھے رسم و رواج پر فدا سب
 سمجھے نہ ذرا کہ وقت کیا ہے ؟
 نیرنگیوں پر نہ کچھ نظر کی
 کیا بیش ہر ؟ کیسی صوفیوں ہیں ؟
 رنگ و روشش پہر کیا ہے ؟
 ہن چرخ کی اب نئی ادائیں
 چھڑتے جو گئے نئے فسانے
 پھونکا ہر فلک نے اور انسون
 مؤمن کو بنا دیا جو ناری
 زندیق - تو تکیہ سخن تھا
 مؤمن کو بنا دیا منافق
 رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے
 آپس میں ہر ایک گرم تکفیر
 تحریر کہ لغتوں کا انبار
 دیکھے نہ سُنے کبھی کسی نے
 یہ اُس سے خفا - وہ اُس سے برہم
 سمجھے تھے رواج کو شریعت !
 تقلید پہ کس بلا کا اصرار
 وابستہ رسم عام تھے ہم
 تحقیق سے کچھ غرض نہ مطلب
 کس سمت زمانہ چل رہا ہے ؟
 یعنی کہ ہوا ہے اب کدھر کی ؟
 کیا وقت ہر ؟ کیا ضرورتیں ہیں ؟
 اب طرزِ خرام دھر کیا ہے ؟
 چلنے لگیں اور ہی ہوا میں
 نغمہ وہ رہا - نہ وہ ترانے
 اب رنگ زمانہ ہے دگرگون

دھلائی کمال دینداری
 تکفیر ہمارا ہی چلن تھا
 دشمن کو نہ کر سکے موافق
 گمراہ تو سیکرہ دن بنائے
 خلق نبوی کی تھی یہ تصویر
 تصنیف میں گالیوں کی بھرمار
 برپا تھے وہ مسجدوں میں فتنے
 آپس میں نفاق کا یہ عالم
 اللہ ری یہ وفور غفلت !
 باطل پہ فدا - توحق سے بیزار
 دیندار ہمارے نام تھے ہم
 تھے رسم و رواج پر فدا سب
 سمجھے نہ ذرا کہ وقت کیا ہے ؟
 نیرنگیوں پر نہ کچھ نظر کی
 کیا بیش ہر ؟ کیسی صوفیوں ہیں ؟
 رنگ و روشش پہر کیا ہے ؟
 ہن چرخ کی اب نئی ادائیں
 چھڑتے جو گئے نئے فسانے
 پھونکا ہر فلک نے اور انسون

تیار رہے ہیں اب نئی چمک کے
 اب صورت ملک و دین تھی ہر
 سب بھول گئے ہیں مابین کو
 تیور جو بدل گئے قضا کے
 بخشناۓ اولین ہمارا
 وہ لطف کے تذکرے وہ نصرت
 وہ سحر و فسق و گری زبان کی
 وہ درج و درسخن ہمارا
 جو زینت و ساز تھے ہمارے
 جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم
 جو شست تھا ہزار ہم سے
 جس بزم کے یگار تھے ہم
 جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
 وہ بزم رہی۔ نہ جام و ساغر
 ویکھی یہ روش تو پھر خرومند
 گرنے بھی نہ پائے تھے کہ پہنچے
 طرز و روش زمانہ حال
 یان اور جو قافلے روان ہیں
 لیکن نقش زمین رہے ہم

وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
 افلاک نئے۔ زمین تھی ہے
 گرد و ن نے اُلٹ دیا ورق کو
 ڈھنگ اور ہیں چرخ فتنہ زلکے
 وہ جام۔ وہ ساتلیکین ہمارا
 وہ گرمی انجمن۔ وہ صحبت
 وہ طرز۔ وہ شوخیان بیان کی
 گنجینہ علم و فن ہمارا
 جو مایہ ناز تھے ہمارے
 یعنی کہ چمن طراز تھے ہم
 جس باغ پتھی ہمارے ہم سے
 جس ملک کے تاجدار تھے ہم
 آغوش میں آگیا فنا کے
 یک بار اُلٹ گیا وہ دفتر
 ہوتے گئے طرز نو کے پابند
 بدلا جو زمانہ۔ وہ بھی بدلے
 جس ڈھنگ پہ ہر چہ دی حال
 سب ابویا سے ہمنان ہیں
 بیٹھے تھے جہان۔ وہیں رہے ہم

گر کر نہ کبھی اُٹھ سکے ہم
 گو غیر اب اہل انجمن ہیں
 اب تک ہیں بغفلت آرمیدہ
 ہر چند وہ بزم ہے نہ اجاب
 گو لطمہ خور زمانہ ہیں ہم
 اُس گنج گہر پہ ہم ہیں نازان
 قائم جو وہ انجمن نہیں ہے
 اب غیب ہیں سب ہنر ہمارے
 از بسکہ ذلیل و خوار ہیں ہم
 ہے اوج پہ بخت بد ہمارا
 کیا کوئی سنے فغان ہماری !
 ہم مایہ عبرت جہان ہیں !
 ناچار ہیں خستہ حال ہیں ہم
 شے پہ ہے اب نشان ہمارا
 کس نہ است کہ منزل کہ مقصود کجا است
 این قدر ہست کہ بانگِ جر سے غمی آید

ماتم تھا یہی کہ آئی ناگاہ
 اس نشان سے بھی وہ آہ دلیگر
 دل ہاتھ سے لینے میں ہلاتھی
 اک سمت سے اک صدمہ جالاکا
 پہلو میں اثر بنسل میں تاثیر
 جادو بھی ؟ فسون بھی ؟ جانے کیا تھی ؟

دُوبی ہمہ تن جو تھی اثر میں
 جس سبک سے آئی تھی وہ آواز
 جنبش جو ہوئی رگ اثر کو پڑ
 دیکھا تو دہان بجساہ و تمکین
 صورت سے عیان جلال شاہی
 وہ ریش دراز کی سپیدی
 پیری سے کمین اک ذرا خم
 وہ ملک پہ جان دینے والا
 اُٹھتے ہوئے جوش سے برقت
 نالان ہے کہ ابے بھی تو جاگوا
 آخر کب تک یہ خواب غفلت؟
 تاجندر ہو گئے مست و سرشار؟
 سوچو تو ذرا کہ حال کیا ہے؟
 غفلت میں جو شب بسر ہوئی؟
 کچھ تم کو خبر ہے یا نہیں ہے؟
 اغیار کے طنز کو بھی سُن کر
 دیکھو تو ذرا یہ حالت زار
 ہو کر درہ صفت پسین کیوں؟
 کیوں تیر ستم کے ہونشانہ؟
 نشتر سی اُتر گئی جگر میں
 وہ جلوہ نمائے سحر و اعجاز
 دل تھام کے سب بڑھے ادھر کو
 آیا نظر ایک پیرویرین
 چہرے پہ فرغ صبح گماہی
 پھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی
 تو قیر کی صورت مجسم
 وہ قوم کی ناؤ کھینے والا
 ہے مرثیہ خوان قوم و ملت
 اے خواب گران کے سونے والا
 اُلٹو تو ذرا نقاب غفلت؟
 اُٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار؟
 کس خواب میں ہو؟ خیال کیا ہے؟
 لولا بتو اُٹھو! سحر ہوئی؟
 کچھ دل پہ اثر ہے یا نہیں ہے؟
 لگتے نہیں کیا جگر پہ نشتر؟
 کیوں قید بلا میں ہو گرفتار؟
 اس بزم میں خوار ہو تھیں کیوں؟
 بگڑا ہر تھیں سے کیوں زمانہ؟

اکس نے تمھیں اوج سے اوتارا؟
 کیوں بارہو تم دل زمین پر؟
 کس پنج میں رہ گئے ہو پھنکرا؟
 افلاس میں تم جو ہو گرفتار؟
 شکوے ہن جو بنے زری کے تھکے
 حیرت کو جو کر چکے ہو غارت
 ہر عیلم دہر سے بے خبر ہو
 مدخل جو نہیں کمال میں کچھ
 افعال جو سخت تہذیل ہن
 رو ناہر تمھیں اب آج جن کا
 غفلت میں جو خوب سوچکے ہو
 دنیا کے نہ کام کے نہ دین کے
 نکت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی
 اب عیش نصیب ہو نہ آرام
 برباد پڑے ہن کارخانے
 رونق کا اثر نہ عیش کی بو
 اُمید کے دن کی ہو چکی شام
 اب وقت اخیر ہے خبر لو!
 تاویر وہ قوم کا نہ الٹی

اقبال نے کیوں کیا کنارا؟
 کیوں برق بلاگری تمھیں پر؟
 کیا ہے کہ اُڑ گئے ہو بس کر؟
 بیٹھے ہو جو نقشِ بابت بیکار؟
 لالے ہن جو نوکری کے تم کو
 برباد جو ہو چکی تجارت
 صنعت میں جو تم شکستہ ہو
 وسعت جو نہیں خیال میں کچھ
 تدبیر کے دست و پا جو شل ہن
 خود کردہ ہن کیا علاج اُن کا
 ہونا جو تھا - وہ ہو چکے ہو
 افسوس بار ہے نہ تم کہیں کے
 افلاس کی ہر طرف دُہائی
 گھر گھر میں مچا ہوا ہے کھرام
 بکت نے مٹا دیے گھر انے
 اک خاک سی اُڑ رہی ہو ہر سو
 خورشید اب آگیا لب بام
 جو کچھ کرنا ہے اب بھی کر لو!
 وہ خضر طریق رہنمائی

اُٹھتے ہوئے جوشِ دل سے پیہم
 فسانہ غم سنا کے ٹھہرا
 جلاو کی بھری ہوئی وہ تقریر
 ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید
 کچھ لطف بھی تھا عتاب کے ساتھ
 باتوں میں اثر تھا کس بلا کا
 امید کی بڑھ گئی تنگ و ناز
 خواہش کے بدل گئے ارادے
 وہ دوڑ چلے جو پا بگل تھے
 جو تھا وہ عجیب جوشِ مین تھا
 اب ملک کے ڈھنگ تھے نزلے
 تعلیم کے جابجا وہ جلسے
 بیتاب ہر ایک جزو کل تھا

عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
 سوتوں کو جگا جگا کے ٹھہرا
 ہونٹوں سے ٹپک رہی تھی تاثیر
 کچھ یاس - تو کچھ نوید امید
 تھناز ہر پہ قدم تاب کے ساتھ
 اک بار جو رخ پھرا ہوا کا
 ادنیٰ ہوئی حوصلوں کی پرواز
 ہمت نے قدم بڑھائے آگے
 آندھی ہوئے جو فسر وہ دل تھے
 مخمور بھی اب تو ہوشِ مین تھا
 اخبارِ کہین - کہین رسائے
 گھر گھر مین ترقیوں کے چرچے
 ہر بار بڑھے چلو کا غل تھا

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود

صد جاگرہ زویم امید بریدہ را

اسلام کی حالتِ زہن کا
 تھا صبر و شکیب کا نہ پارا
 آکھوں مین جو پھر گیا تھا نقشہ
 غیرت نے دلون کو پھرا جا را
 ہر بزمِ مین اب یہ گفتگو تھی
 جدیدِ مرض کی جستجو تھی

یعنی روشیں علاج کیا ہو؟
 کیا ہو کہ اُبھر چلین ذرا ہو؟
 یہ پھانس چھپی ہوئی نکل جائے
 وابستہ غم کی جان بری ہو
 یہ قوم کی ہر کسی تو جائے
 تھی بلکہ ہر ایک کو ہی فکر
 ہر بزم میں تذکرہ ہی تھا
 دانش طلبانِ نکتہ دان نے
 ترتیب دیے بکاوش و کد
 لکھے بدلائل و براہین
 وہ نکتہ و حقیقت آگاہ
مشہد اشرف علی ممتاز
 اُن کے قلم گہر نشان نے
 آسان کر دی ہر ایک مشکل
 جو بحث تھی دلنشین کی تھی
 اسلام کا وہ عروج شاہی
 دیوانِ علوم کی وہ تزیین
 انکیل فنون میں تو غفل
 اس طرح غرض کہ جزر و مد کا

بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
 اس قید بنا سے ہون نہ یا ہو؟
 بیمار اجل ذرا سنبھل جائے
 سوکھی ہڈی شاخ پھر ہری ہو
 یعنی یہ مریض جی تو جائے
 برسوں ہی بحث تھی یہی ذکر
 ہر شخص کا مشغلہ ہی تھا
 عیسیٰ نقسان خوش بیان نے
 بیست سالہاے مفرد
 اس بحث پہ مختلف مضامین
 یعنی مہدی علی ذیجاہ
مشتاق حسین نکتہ پر از
 آئین گزارش بیان نے
 ناطے شدہ رہ گئی نہ منزل
 ہر بات کی پہچان میں کی تھی
 وہ اوج وہ شان کجکلاہی
 تحصیل کمال کے وہ آئین
 اک بار پھر اُن کا وہ تنزل
 کچنہا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

جان آگئی قالب اثر میں
 یعنی کہ یہ انقباض و انقباض
 وہ باعث اوج اب ہوا کیا؟
 یعنی روش علاج و تدبیر
 و اگر ویسے عقد ہائے مشکل
 جو جو تھیں ضرورتیں بتائیں
 یعنی کہ علوم نو کی تسلیم
 اس دُکھ کی دعا جو یہ ہے
 تدبیر ہی ہے بس کہ اب ہم
 تہذیب کے دائرے میں آئیں
 یورپ میں جو رہ رہے ہیں یقین
 وہ طرز معاشرت کے آداب
 وہ فلسفہ جب یہ دیکھیں
 نمونے کے مسائل یقینی
 ہم بھی اسی کان کے گم ہوں
 اس بزم میں ہم بھی بارپائیں
 اس اوج میں ہم بھی ہوں غافل
 ہم کو ہے مگر یہ تازہ شکل
 جن پر ہیں اٹھی ہوئی نگاہیں

تصویر سی پھر گئی نظر میں
 اسباب و علل سے بحث کی پھر
 کس بات سے ہو؟ سبب ہوا کیا؟
 پھر اصل سخن پہ کی جو تفسیر
 تحقیق کے طے کئے مراحل
 تدبیر کی صورتیں بتائیں
 قصہ یہ بات کی تھی تسلیم
 تدبیر شفا ہوئے۔ تو یہ ہے
 سہتے ہیں جو یوں غم و تعب ہم
 تقویم کس سے ہاتھ اٹھائیں
 سیکھیں وہ مطالب نو آئیں
 تہذیب کے وہ اصول نیا اب
 وہ گنج گراں دانش و فن
 کیلر کی وہ نکتہ آفرینی
 اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں
 جو ہر جو کمال کے دکھائیں
 ہمت کے گھٹیلے جو بال پرہیز
 گوصب نہیں ہیں یہ مراحل
 قائم ہیں جو آج درس گاہیں

سرکار سے ہے قیام جن کو
 اور دن کی، اگرچہ رہنما ہیں
 جس غم سے مگر تباہ ہیں ہم
 اُس درد کی یہ دوا نہیں ہیں
 پیاتے نہیں ہم اس ابرویم کے
 اپنے تو یہ چارہ گر نہیں ہیں
 تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود
 ادب کے ہیں مگر جو آثار
 ذلت سے بھری ہر ایک خواہر
 آئین معاشرت میں بھی ہم
 تہذیب خیال بھی ہے درکار
 مقصود ہے دولت یقین بھی
 تکمیل طریق پاکبازی
 درس لغت عرب کم و بیش
 پھر غور سے کیا ہو چارہ جوئی؟
 تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھل کر
 وابستہ غیر تھے اگر ہم
 اس شت کو ملے کہ بن سراسر
 قائم ہو یا اتفاق با ہم

حاصل ہے قبول عام جن کو
 اُن کے لیے نسخہ شفا ہیں
 اُس زخم کے یہ نہیں ہیں مرہم
 ناخن یہ گرہ کشا نہیں ہیں
 دربان یہ نہیں ہمارے غم کے
 ہر چند کہ ہیں - مگر نہیں ہیں
 کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود
 ہم ایک ہیں اور ہزاروں آزار
 افلاس میں سفلہ پن کی بوہر
 محتاج ہیں تربیت کے اس دم
 تحصیل کمال بھی ہے درکار
 تعلیم اصول شرع و دین بھی
 درویش شریعت حج ساری
 اتنی جسے مشکلیں ہوں درپیش
 کس کس کا کرے علاج کوئی؟
 ہم آپ کھڑے ہوں اپنے بل پر
 اب آپ ہوں اپنے چارہ گر ہم
 ہم آپ دلیل راہ بن کر
 اک مدرستہ العلوم اعظم

جو قوم کا ماسن و مقدر ہو
وہ کعبہ آرزو ہمارا
ایمن و اصول فن بتائے
وہ درس گہ خجستہ انجام
ہر عقدہ آرزو کرے دا
سامان روایہ غرض ہو
درمان ہو مریض خستہ جان کا
دروان ہو طیب چارہ گر ہو
ہر غم بین ہو چارہ جو ہمارا
آداب معاشرت سکھائے
ہو پشت و پناہ قوم اسلام
مرکز ہو ہماری حاجتون کا
یعنی کہ دوائے ہر مرض ہو
مرہم ہو جراثیم ناسان کا

مشاطہ را بگو کہ برا سباب حسن یار چیزے فزون کند کہ تماشا بار سید

والا گہران قوم نے اب
دیباچہ نامہ سادات
رائین ہو یمن متفق جو لب کی
وہ کشتہ قوم وہ فدائی
ایک ایک سے عرض حال کرتا
ہر نیم و ہر انجمن بین ہو بچا
کا و فز سے غرض بھی کچھ نہ کہ سے
مردان خدا پرست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی
اک مجلس تازہ کی مرتب
یعنی وہ خزینۃ البضاعت
اب قوم سے یاوری طلب کی
اٹھائے کاسہ گدائی
دُر دُر وہ پھرا سوال کرتا
ہر بلخ بین ہر چمن بین ہو بچا
لتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
رند ان سیاہ مست سے بھی
لتا تھا وہ گل سے خار سے بھی

گھبرانہ جو گرم سیر ہو کر
 مطلب تھا جو خوب زنتیج بھی
 پستی سے یا فلک کی صورت
 صوفی - عالم - رشید و گمراہ
 دانش طلبانِ نکستہ اندوز
 مطلب کا ہر اک سے تھا طبعگار
 گذرا وہ ہر ایک رہ گز رہ
 کس بزم میں یہ فغان نہ پہونچی؟
 ہر اک کو یہ ماجرا سنایا
 نالے یکے داغ دل دکھا کر
 کیا کیا نہ مصیبتیں اٹھائیں
 ناکام رہا صدائیں دے کر
 حنظل پائے شکر کے بدلے
 لعل اُس نے دیے شرار پائے
 کیا تیغ ملے جواب اُس کو
 برگشتہ کہا کسی نے دین سے
 خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کہ
 چرچے تھے ہی زغرب تا شرق
 گو ناوک ظلم کا ہدف تھا

کہتے بھی گیا وہ دیر ہو کر
 گذرا حرم و کنشت سے بھی
 دُرون میں رہا جگ کی صورت
 والا گراں صاحب جاہ
 کم حوصلگان حیدلہ آموز
 ہر جوان سے تھا وہ زلہ بردار
 دی اُس نے صدا ہر ایک دیر
 آہ اُس کی کہان کہان نہ پہونچی
 ہر بزم میں اپنا راگ گایا
 رویا کبھی حال غنیمت بنا کر
 ہر طرح کی ذلتیں اٹھائیں
 دشنام سنی دعائیں بے کر
 سنگ اُس کو ملے گھر کے بدلے
 گل نذر کیے تو خاں پائے
 کیا کیا نہ دیے خطاب اُس کو
 لعنت کا صلہ ملا کہیں سے
 زندیق کہا کسی نے مرتد
 وہ اپنی ہی دھن میں تھا مگر غرق
 وہ خیفہ پھر بھی سر بکف تھا

ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز
 وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
 لطف اُس نے کیے ستم کے بدلے!
 گو غیر تھے سب یگانہ خویش
 یاروں میں وہ نہ تھی فراہی
 سمجھا جسے نوشِ نیش ٹھہرا
 پر زور تھے پر جو ہا تھا اُس کے
 طے کر کے رہا رہ طلب کو
 سب اڑ گئے برگ کاہن کر
 خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
 صرصر کا نہ ہو سکا عیان کیسر
 خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
 اب نیست نے پائی صورتِ ہست
 کام آئے وہ نالہائے شبِ گیر
 لبریز اثر جو وہ نغسان بھی
 ذلِ تھام کے رہ گئے عدو بھی
 خالی نہ گئی وہ آہ اُس کی
 نالے نہ رہے اثر کئے بن
 عالی نشان صاحبِ داد

منظور جو قوم کا تھا اعزاز
 دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا!
 جو ر اُس نے سہے کرم کے بدلے!
 ہر چند یہ مشکلیں تھیں درپیش
 دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی
 یگانہ عسریٰ ز خویش ٹھہرا
 یہ زحمتیں گو تھیں ساتھ اُس کے
 آگے وہ بڑھا۔ ہٹا کے سب کو
 آئے تھے جو سنگِ راہ بن کر
 ناکام رہے وہ جن کو تھی لاگ
 کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر
 آتش پہ ٹھہر سکا نہ یہاں
 باطل کو جو حق نے کر دیا ہست
 آہوں نے دکھائی اُس کی تاثیر
 پر درد ہو اُس کی داستان بھی
 ٹھنڈے ہوئے تھے جو گرم ہو بھی
 ہمت تھی جو جمع راہ اُس کی
 ہوئی تھی کہ قوم کے پھر بن
 آما وہ ہوئے برا سے امداد

سرکار نظام خلد اللہ
یعنی وہ رئیس امصطفیٰ باد
دستور کبیر اصفیہ
اسلام کے یاوڑ ہوا خواہ
یا ابر کرم ہوا اگر سر بار
بھڑکھریے اپنے جیب و دامن
یاں مطلب و آرزو بھی ہڈوش
یہ تھا اثر کمال غیرت
تھا چور اسی نشہ بین ہر ایک
ہر اک کا یہ مطلع نظر تھا
تیسر ہو قہر گاہ حاجت
طالع ہوا آفتاب اقبال
نکلا اُفتخ شرف سے خورشید
وہ مدرسۃ العلوم اسلام
کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم
کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا
عالی نشان قوم و ملت
پھولے نہ سمانے تھے خوشی سے
فرزادہ و ہوشمند و عاقل

وہ اوج فزائے شوکت و جاہ
وہ مستند عدالت و داد
وہ صاحب سیرت رضیہ
تھے ملک بین اور بھی جو بیجاہ
فیاضیوں کے دکھائے آثار
اُمید نے بھی بر غم دشمن
زان بجر کرم کو آگیا جوشش
پیدا جو ہوا خیال غیرت
اس جوش میں بھڑکے بدو نیک
نادار تھا یا کہ اہل زر تھا
رُوشن ہو یہ شمع راہ حاجت
آخر ہزار جاہ و اجال
رُوشن ہوئی بزم گاہ اُمید
قائم ہوا یادگار آیام
بنیاد کی تھی جو دل رُبار سم
مجمع تھا جواہل علم و فن کا
کس شوق سے تھے شریک محبت
جن کو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے
تھالار ڈلشن جو سدر محفل

بنیاد کے سنگ اولین کو
 گو سرورِ انجمن ہے یورپ
 یا این ہمہ جاہ و شوکت و فر
 یکھ بن اصول فن انھین سے
 ہوں آج جو میں شریک محضر
 مقصود یہ ہے - یہ چاہتا ہوں
 خالق سے دعا ہے اب کہ جاوید
 ذرہ ہے تو ہر آسمان ہو
 رکھا تو کہا کہ :- اے عزیز و
 حشمتہ علم و فن ہے یورپ
 ہوا اہل عرب کا سایہ پرور
 لی ہر روشِ سخن انھین سے
 رکھتا ہوں جو اس بنا کا پھر
 اس حق سے کسی قدر ادا ہوں
 روشن رہے چہ راغِ امید
 قطرہ ہے تو بحرِ بیکران ہوا

نہ شرح قصہٴ مارتہ خوابِ زحیمِ خاں را شبِ آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

یہ حاصلِ نالہائے شبگیر
 یہ اوجِ وہ خیالِ اُمید
 صد شکر کہ آج بارور ہے
 لایا ہے وہ برگ و بار کیسا
 بخت اُسکا ہو آج اوجِ بہر
 یہ اُس کی ترقیوان کا ہر طور
 پہلے سے ہے آئے تاب ہر آج
 اس چشمِ فیض سے ہر سیراب
 یہ قوم کی آرزو کی تصویر
 یہ قوم کا نونہال اُمید
 جو شاخ ہے اُسکی پُر ثمر ہے
 اعداد کو ہے خار خار کیسا
 ہر لحظہ ہر رونق دگر ہے
 کل اور تھا آج ہو گیا اور
 کل شمع تھا - آفتاب ہے آج
 بنگال سے تا حدودِ پنجاب

دانش طلبان قوم آشہ
 کس نخل کے یاں ٹر نہیں ہیں؟
 اس باغ میں کوئی آکے دیئے
 ہر چند یہ ادج ہر باہ شان ہوا
 سامان جو اسٹے کچھ بسم ہیں
 جس فست میں فکر ہو عنان تاز
 جو پیش نہاد آرزو ہے
 جسکے لیے ناصبور ہیں ہر دم
 ناطے شدہ منزل طلب ہے
 باقی ہیں بہت سے کام اب تک
 آتا سہ ماہان ہو کوئی ممتاز
 کلمے قوم اکابرین سے تو کدھر ہو
 تو۔ اور مری خبر نہ لے۔ قوم ا
 جو لوگ دکھ اپنے ہیں بہت
 افسوس تو ان پر ہے کہ اب بھی
 بے جو دکھار ہا ہے ادبار
 اب تک بھی جو برسرِ جی ہیں
 یہ ہے کہ جب عید پڑی ہو
 گو قوم شکستہ حال ہو جائے

ہیں جمع ہر اک جگہ سے آکر
 کس کان کے یاں گھر نہیں ہیں؟
 اسلام کے ہونا روپو سے
 وہ بات مگر ابھی کہاں ہے؟
 ہر چند بہت ہیں پھر بھی کم ہیں
 جس لوح پر ہر ہوس کی پرواز
 جس منت عنان بستجو ہے
 اُس حد سے ہنوز دور ہیں ہم
 امید ہنوز تشنہ لب ہے
 تعمیر ہے ناتمام اب تک
 شتاب ہے۔ بام و در سے آواز
 کیوں حال سے میرے بچر ہے
 کس نیند میں سو گئی ہو؟ قوم ا
 اُن سے تو نہیں ہر کچھ شکایت
 ہیں گم شہ رہ رہ ترقی ا
 او بام غلط میں ہیں گرفتار
 گواہ ہیں پھر بھی اجنبی ہیں
 پھر قوم کی اُن کو کیا پڑی ہو
 برباد ہو پائمال ہو جائے

افلاس میں ٹھوکرین بھی کھائے
 پوچھے کوئی بد نہ نیک اُس کو
 کہنے ہی پڑیں اُسے شبِ روز
 یا ورنہ کوئی - نہ چارہ گر ہو
 ہر ایک کے دل پہ بار ہو کر
 یہ سب ہو برائے کی بند نہ جائے
 گو قوم پہ لاکھ آفتیں آئیں
 جاتے تین دم باطل ان کے
 اسے جو کچھ خیال ہوئے
 سید سے اگر ہے بغض اللہ
 کچھ آپ ہی انتظام کرنے
 باتیں نہ فقط بنا کے رہتے
 اسلام کی دوستی تو یہ تھی
 یہ وقت جو آ پڑا ہے مشکل
 اک عرصہ کہ قبول دروہ ہے
 یاں حال تھے قایم دآن کا
 اسے مدعیانِ حق اسلام
 دعوے ہیں - تو کچھ ہرزہ کھاؤ
 دیکھو بارہ جتھو یہی ہے

اغیار کے ناز بھی اٹھا سٹے
 ٹھکرا کے چلے ہر ایک کو
 اغیار کے طعنہ پا سے دل دوز
 ہے خوار - تو اور خوار نہ ہو
 مٹ جائے ذلیل و خوار ہو کر
 حق بات بھی نہ مل میں آئے
 ممکن ہے کہ یہ ذرا دل جھٹیں
 پتھر سے بنائے میں دل ان کے
 کیوں آج شکستہ طائر ہو گیا
 وہ خادمِ غم اگر ہے گمراہ
 اسلام کو نیک نام نہ رہے
 جو منہ سے کہا دکھا کے رہتے
 اُلفت کی دلیل بھی تو یہ تھی
 ہے پردہ کشا سے حق و باطل
 میاں تیز نیک و بد ہے
 بھٹل رہے و خاک کے امتحان کا
 بحرِ وں میں تواب کرو نہ آرام
 ہمت کے قدم ذرا بڑھاؤ
 میدانِ یہی ہے انگوٹھی ہے

اندازِ عرب اگر ہے خمین باقی ہے وہ جوشِ ماگر لہو میں
 موقع ہے یہی ہند دکھاؤ جو کتے تھے آج کر دکھاؤ
 کرد و جو گزشتہ کی تلافی ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
 گوہ و در فلک ہوا گرگون پھر بھی تو رنگون میں ہر وہی خون
 اسلام کے وہ اثر ہیں اب بھی اس لاکھ میں کچھ سر زمین اب بھی
 اس حال میں بھی روشِ ہی ہر دن ڈھل بھی گیا طیشِ وہی ہر
 اس جام میں ہر شرابِ باقی اب تک ہر گہر میں آبِ باقی
 گو خواہ میں طرزِ خو وہی ہر مڑجھا گئے پھول - بو وہی ہے

هَذَا - وَلَقَدْ بَلَغْتَ أَقْصَاهُ
 فَاسْعُوا! وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ!

راتم

سرگزشتِ عہدِ گل را ہم ز شبلی می شنو
 عندلیبِ آشفته تر گفت است این افسانہ را

تماشا ئے عبرت

یعنے وہ

قومی مسدس

جس کو خباب علامہ شہابی نے قومی تھیٹر علی گڑھ میں اپنے پروڈیوٹر سولاجی میں لٹھا تھا

آج کی رات یہ کیوں جمع ہیں اجاب ہم
نوجوانان ہنر پر دروار! ب ہم
بھیر کیا ہے نظر آتا ہے یہ کیسا عالم
جوق کے جوق چلے آتے ہیں کیسے پیہم

کچھ سمجھ میں نہیں آتا جو یہ سب سمجھے ہیں
شاید اس بزم کو یہ بزم طرب سمجھے ہیں

ہے گمان اُن کو کہ آیا ہے تھیٹر کوئی
اس سبھا میں بھی نظر آئے گا اندر کوئی
یا کہ اس سے بھی تماشا ہے بڑھ کر کوئی
مسخرابن کے بھی آئے گا مقرر کوئی

نقل وہ ہوگی کہ دیکھی نہ سنی ہوگی کبھی
سروہ آج کریں گے کہ نہ کی ہوگی کبھی

کوئی کہتا ہے تھیٹر تو نہیں ہے لیکن
رات میں کٹی ہیں اسی شوق میں تائے رن گن
ساز و فتنہ بھی نہ ہوا ساتھ نہیں ہر ممکن
دیکھیں کیا سیر دکھائیں یہ بزرگانِ سن

کچھ نہ کچھ تازہ کرامات تو ہوگی آخر
بڈڑ سے غمزدون میں کوئی بات تو ہوگی آخر

دوست کو کیا تھیں ریح مچ تو تھیں کڑا یقین کیا یہ کچھ تھے کہ پردہ کوئی ہوگا رنگین
نظارے کی جو سوئی ہوئی اک زہر چین آئے گا بھول کے لینے کو آرم کچھ چین

قوم کی بزم کو یوں کہیں تاشا کچھ
ہاے گر آپ یہ کچھ بھی تو بجا کچھ

ہاے فسون کہ ہو قوم تو یوں نہ نزار مرض الموت میں جس طرح سے کوئی بیمار
نہ سہل بخ ہو کوئی پاس نہ سر پہ غنار نظر آتے ہوں دم نزع کے ساتھ آنکار

دان تو یہ حال کہ مرنے میں بھی کچھ نہیں
آپ داد مر میری شے سے ابھی میر نہیں

نوشہ علم بہم بہان نغمہ عشرت کیا ہے یہ عبرت کا سان بوش سرت کیا
ہر جنون خیز یہ نہ کھائے عبرت کیا قوم کا حال ہر غفلت کی بدولت کیا

ہے عجب ہر اگر در رہا بیست دیکھ
دیکھتا ہوئے عبرت کا تاشا دیکھ

ہاے کیا میں ہے یہ بھی اگر وہ ترغا ہما حیلہ فسواہ رنگ تھے جن کے آبا
قوم کے عقد مشکل ہے میں جو عقد کشا ایک مرن کے وہاں بیچ بہ ہیں جلوہ نما

قوم کے خواب پریشان کی یہ تعبیر میں
ایک مرن میں عبرت کی یہ تصویر میں

بانی مدرسہ وہ سیند والا گھر وہ منہنگ کی گئی کے معزز ممبر
شبلی غمزدہ وہ شاعر عجاز اثر اور یہ نوبارہ اقبال کے سب بگ و اثر

کاف کے کچھ انداز نہ کچھ جاہ کی شان

بزم میں آئے ہیں اس حال سے اللہ کی شان

اپنے رتبہ کا نہ کچھ دھیان نہ کچھ وضع کا پاس
دوستوں کی نہ جھجک ورنہ دشمنی سے ہراس
اگرچہ سب کہتے ہیں حاصل نہیں کچھ ہی پاس
ہائے کیا دھن ہر کچھ بھی نہیں ہوئی پاس

عرض مطلب کی ہر تصویر سراپا ان کا

ہاتھ خود کا سہ دروازہ ہے گویا ان کا

اُن کا ہر لفظ ہر اک و ثنیہ جان فرسا
قوم کی شان دکھا دیتی ہر ایک ایک ادا
دیکھا ہر قوم جو اب تک ہونہ تو نے دیکھا
اپنے بگڑے ہوئے انداز کا پورا خاکا

گرچہ نہ ہر بھی ہم سے نہیں کچھ کی جاتی

ہائے حالت بھی تو تیری نہیں دیکھی جاتی

یوں بھٹانے کو تو ہم دل سے بھٹلا نہیں کر
یاد آ جاتے ہیں پھر بھی ترے اگلے جوہر
وہ بھی کہ ان تھا کہ جس سے ہوتا تھا گذر
ساتھ چلتے تھے جلو میں ترے اقبال و ظفر

تو کبھی روم میں قیصر کو مست کر آئی

کبھی یورپ میں سنے فتنے اٹھا کر آئی

تھے نقیبوں میں ترے دولتِ اقبال حشم
تیرے حلقوں سے بدل جاتا تھا سارا عالم
ایشیا کا جو کیا تو نے مرقع برہم
جائے یورپ کے فن پر بھی اُڑایا پرچم

کر دیا دستِ تار تار و ابر تو نے

نیزہ گاڑا تھا جگر گاہ تر تو نے

کون تھا جس نے کیا فارس و یونان تاراج
کس کی آہ میں فنا کر دیا بیچلنے راج
کس کو کسری نے دیا توجہ زور وافر و تاج
کس کے دربار میں تانا بے آتا تھا خراج

بچھ لے قوم اثر کرتا ہے افسون جن کا

یہ وہی تھے کہ رگوں میں ہر ترے خون جن کا

ہم نے مانا بھی کہ دل سے یہ بھلا دین قصے

یہ بھی منظور ہے ہم کو کہ ہمارے بچے

کبھی بھولے بھی سلف کو نہ کریں یاد اگر

یادگاروں کو زمانے سے مٹا دین کیونکر

مرد شیراز و صفایان کے وہ زیبا منظر

مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک ایک پتھر

اُن کے ذروں میں چمکتے ہیں وہ جو ہر اب تک

دستانیں اُنھیں سب یاد ہیں از برابر تک

اُن سے سُن لے کوئی افسانہ یا رازِ وطن

ترے ہی نام کا احوال قوم یہ گاتے ہیں بچوں

پوچھتا ہے جو کوئی اُن سے نشانی تیری

یہ سنا دیتے ہیں سب رام کہانی تیری

ہجرت نبوی صلعم

جائے آمادہ خون ہو گئے کفارِ قریش

کوئی نوکر تھا، نہ خادم، نہ برادر، نہ عزیز

اک فقہا حضرت بوکرؓ تھے ہمراہ رکاب

لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر

گھرت نکلتے بھی تو اس شان سے نکلے سرور

اُنکی اخلاصِ شعار ہی تھی جو منظور نظر

رات بھر چلتے تھے و نوکسین چھپے ہتے تھے
 چونکہ سوا و نٹ کا انعام تھا قاتل کیلئے
 انہی لوگوں میں سراقہ خلفِ حبشم تھے
 تین دن رات ہے ثور کے غار و نہیں ان
 بیم جان خوفِ عدو نرب غذا، سختی راہ
 یان مینے میں ہوا غل کہ رسول آتے ہین
 لڑکیاں گلے لگیں ذوق میں اگر شعار
 مان کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
 آلِ بخار چلے شہر سے ہو کر تیار
 دفعتاً کو کبہ شاہِ رسل آ پہونچا
 جلوہ طلعتِ اقدس جو ہوا عکسِ فلک
 طور پر حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی
 بسکو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس ملے
 سینہ کتے تھے کہ خلوت گردل حاضر ہر
 ہاں مبارک کرے اے خاکِ حریم نبوی

کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آراؤ شر
 آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
 جلوتِ قاروق نے کسری کے پھٹائے تھے گھر
 تھا جہاں عقربِ انبی کی حکومت کا اثر
 ان مصائب میں ہوئی اب بھرت سحر
 راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
 نعمہ ہائے طلعِ البد سے گونج اٹھے گھرا
 نازنیناں حرم بھی نکل آئیں باہر
 زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
 غل ہوا اصل علیٰ خیرا ناس و بشر
 دفعتاً تار شعا عی مٹھا ہر آل تارِ بصر
 آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہر نظر
 یہاں تھے ہن کس لوج نشین کے سرور
 آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
 باج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہسرا

صل یارب علیٰ خیر نبی در رسول
 صل یارب علیٰ افضل جن و بشر



تعمیر مسجد نبوی صلعم

ہجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام
اک قطعہ زمین کہ تھا اس کام کے لیے
وہ قطعہ زمین تھا یتیموں کی ملک خاص
چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لین
تعمیر مسجد گاہِ خدا سے اناام تھا
واقع بین ہر لحاظ سے موزون مقام تھا
ہر چند قبر گاہ و گزر گاہ عام تھا
اُن کے مریبوں سے کہا جو پیام تھا

ایہام نے حضور میں آکر یہ عرض کی
یہ پر یہ حقیقت پذیر آکر میں حضور! یہ چیز ہی ہر کیا کہ جو یہ اہتمام تھا
اللہ اس زمین کا یہ حتم سرام تھا

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اسے
احسان اور وہ بھی یتیمان زار کا
بارہ ہزار سکڑے رائج عطا کئے
سامان جو ضرور ہیں تعمیر کے لیے
مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ و گل کی بھی
انصار پاک اور ہاجر تھے جس قدر
منت کشی سے آپ کو پر ہیز نام تھا
بالکل خلافت طبع رسول اناام تھا
یہ تھا وہ خلق جس سے مخالف بھی نام تھا
اب اُن کی فکر شغل و صبح و شام تھا
ازبیک جلد بننے کا خاص اہتمام تھا
مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا

ایک اور نفس پاک بھی ان سب کا تھا فریک
کنہ صحن پہ اپنے لائیک لانا تھا سنگ و فشت
جو آب و گل کے شغل میں بھی شاد کام تھا
سینہ غبارِ خاک سے سب گرد و فام تھا

مجھے کچھ آپ کو نہ تھا۔ انکا شریک حال
جو وجہ آفرینش افلاک و عرش ہو
یہ خود وجود پاکِ رسولِ انام تھا
جس کا کہ جبریل بھی ادنیٰ غلام تھا

— (۰۰۰) —

صلیٰ علیٰ النبی وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
اس نظم مختصر کا یہ مسک الختم تھا
ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی اور رسولِ صلعم کا م اور

ہند تھی پردہ نشین حرمِ بوسیان
بارگاہِ نبوی میں وہ ہونی جب حاضر
عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ انجمنِ ریل
آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لیں گے
آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا
دوسری یہ کہ نبوت کا پہلے لازم اقرار
پھر یہ ارشاد ہوا منع ہو اولاد کا قتل
عرض کی اُس نے کہ اے سمیعِ ثبستانِ سل
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے
بر میں قتل انھیں حضرت والا نے کیا
اگرچہ یہ سوء ادب تھا غلطی پر مبنی
اُسکی اطلاع نے خود جنگِ ین کی بھی سبقت

لقبِ ہند جگر خوار سے جو ہے مشہور
اس ارادے سے کہ ہو داخلِ ربابِ حضور
دینِ اسلام پر مجھ کو بہ دل و جان منظور
کون سے کام ہیں جنگا کہ برتنا ہو ضرور
پہلی یہ بات کہ ہوشا بڑے فرسک سے دور
بولی ان باتوں سے انکار نہیں مجھ کو حضور
اس شقاوت سے ہر اک شخص کو پچھا ہو ضرور
یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہو بیانِ فہم و شعور
میں انھیں آنکھ میں لکھتی تھی کہ آنکھ کا نور
ہم سے کیا عداوتِ بات کا لیتے ہیں حضور
گرچہ یہ بات تھی خود شیوہِ انصاف و در
لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہو تصور

لیکن آزادی افکار تھی از بسکہ پسند
آپ نے فطاکرم سے اُسے رکھا معذور

اہل بیت رسول صلعم کی زندگی

(علامہ شبلی مرسوم کی آخری نظم)

افلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دھون تھیلان
سینہ پہ تنگ بھر کے جولاتی تھیں بار بار
اٹ جاتا تھا لباس مبارک خُبار سے
آخر گئیں جناب رسول خدا کے پاس
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھ حضو نے
غیرت یہ تھی کہ اب بھی بچہ منجھ سے کہہ سکیں
ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بیو صُن
میں اُن کے بند بستِ خارِ غنیمت ہنوز
جو مصیبتیں کہ اب اُن پر گزرتی ہیں
بچو تیسے بھی نہ یاد مقدم ہوا ان کا حال
نہ بوش ہوتے سید پاک رو گئیں

گھر بن کوئی کنسینہ نہ کوئی غلام تھا
چکی کے پینے کا جو دن رات کام تھا
گو نور سے بھرا تھا گر نیل خام تھا
بھارو کا شغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا
یہ بھی کچھ اتفاق کہ وان افزِ عام تھا
واپس گئیں کہ پاس جو کام تھا
کس لیے تم آئیں نہیں کیا حاصل کام تھا
حید نے اُن کے منہ سے کہا جو پیام تھا
جن کا کہ صفہ نبوی میں قیام تھا
ہر چند اس میں خاص مجھے ارستہ ام تھا
میں اُن کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
جرات نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یون کی ہے اہل بیتِ مطہر نے زندگی

یہ ماجرا سے دُختِ خیر الا نام تھا

ایشار کی اعلیٰ ترین نظیر

کافرون نے یہ کیا جنگِ حد میں مشہور
ہو کے مشہور دینہ میں جو پہونچی یہ خبر
ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینا عیان
ایک خاتون کہ انصارِ مکونام سے تھیں
موقعِ جنگ پہ پہونچیں تو یہ لوگوں نے کہا
یرسہ بھائی نے لڑائی میں مادت پائی
رسبے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تر اشہید

کہ پیہر بھی ہوئے کشتہ شمشیر دودم
ہر گلی کو چہ تھا ماتم کہہ حسرت و غم
کو دک و بیرو جوان و خدم و خیل و حشم
جنین تھیں سیدہ پاک بھی بادیدہ نم
سخن مضطر تھیں تھے ہوش و حواس اُنکے ہم
کیا کہیں تجھ سے کہ کتے ہئے نر پاتے ہیں ہم
تیرے والد بھی ہوئے کشتہ شمشیر ستم
گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم

— (۰) —

اُس عقیقہ نے یہ سُن کے کہا تو یہ کہا
سب نے دی اُسکو بشارت کہ سکتا ہیں خدا
بڑھ کے اُس نے بیچ اقدس کو جو دیکھا تو کہا

یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم!
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم
تو سلامت ہو تو پھر بیچ ہو سب بیچ و الم

میں بھی اور باپ بھی شہر بھی برادر بھی خدا
او شہر دین تم سے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

— (۰) —

مساواتِ اسلام

بدر بن معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کفر
سب سے پہلے وہی میدانِ ہنر ہا تنگ کف
اس طرح اُس نے مبارزِ طلبی کی پہلے
اُس کے یہ لشکرِ اسلام سے نکلے پیہم
سالنے آئے جو یہ لوگ تو عقبہ نے کہا
بولے ہم وہ ہیں کہ ہر نام ہمارا انصار
جان شارانِ رسولِ عربی ہیں ہم لوگ
بولا عقبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو
تم سے لڑنا تو ہمارے لئے ہر مایہ عار

(۱۰۰)

کہہ کے یہ اُسے کیا سرورِ عالم سے خطاب
جنگِ ناخست سے معذور ہیں ہم آلِ قریش
آپ کے حکم سے انصار پھرتے صفِ ہن
اُن سے عقبہ نے جو پچھا نسب و نام نشان
بولا عقبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز
یہ حالت تھی کہ تلوار بھٹی تھی طالبِ کفو

اے محمدؐ یہ نہیں شیوہ اربابِ ہنر
بھیج اُنکو جو ہن رتبہ ہیں ہمارے ہمسر
حمزہؓ و حیدرؓ کرتارنے لی تیغ و سپر
نہلے یہ لوگ کہ ہاشم کے ہیں ہم نحتِ جگر
آؤ اب تیغِ قریشی کے دکھائیں جوہر
یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر

(۱۰۱)

بارگاہ نبوی کے جو موزن تھے (مبالغہ)
 جب یہ چاہا کہ کرین عقد مدینہ میں کہیں
 میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں
 ان فضائل پہ مجھے خواہش تڑپ بھی ہو
 گردنیں جھکے کہ یہ کہتی تھیں کہ "دل سے منظور"
 کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
 جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
 یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دلت زہر
 ہو کوئی جس کو نہ ہو میری قربت سے حذر
 جس طرف اُس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر!

عہد فاروق میں جب دن کہ ہوئی انکی فات
 اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا
 یہ کہا حضرت فاروقؓ نے بادیدؓ ترا!
 اُٹھ گیا آج نقیبِ حشرِ نجیبؓ را!

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

عام الزیادہ کہتے ہیں جس کو عرب میں لوگ
 اس سال قحط عام تھا ارباب کہ ملک میں
 پانی کی ایک بوند نہ پئی تھی ابر سے
 اعراب کی بسرِ حشراتِ زمین پہ تھی
 تشویش سے بڑھ کے جنابِ عمر کو تھی
 تدبیرِ لاکھ کی تھی مگر رُک سکا نہ قحط
 معمول تھا جنابِ عمرؓ کا کہ متصل
 اک ان کا واقعہ ہو کہ پونچے جو شریعت میں
 بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں
 عہدِ خلافتِ عمرؓ کا وہ سال تھا!
 لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
 ہر خاص عام سخت پر آگنہ حال تھا
 سب اُٹھ گیا جو فرقِ حرام و حلال تھا
 ہر دم اسی کی فکر اسی کا خیال تھا
 گو انتظام ملک میں ان کو کمال تھا!
 کرتے تھے گشتِ رات کو سونا محال تھا
 کو سون تلکے میں چیمون کا مال تھا
 جنہیں کوئی بڑا تھا کوئی خرد سال تھا

دیکھا جو اُس کو یہ کہ پکاتی ہر کوئی چیز
 کچھے کہ اب نہ ملک کی حالت نہیں رہی
 پوچھا خود اُس سے جا کے توڑنے لگی کہ آہ
 بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر
 مجبُو ہو کے ان کے پہلنے کے واسطے
 اُن سے یہ کہہ دیا ہے کہ اب مطمئن ہو
 بے اختیار روئے لگے حضرت عمرؓ
 جو کچھ کہہ رہا ہے سب ہے مری شامتِ عمل
 بازار جا کے لائے سب سبابِ بے نان
 چوٹے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ
 بیچونے بیٹ بھر کے جو کھانا تو کھل اُٹھے
 تھی وہ زینِ ضعیف سراپا زبانِ شکر

جاتا رہا جو طبعِ حزن میں ملال تھا!
 کم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا
 کیا آپ کو غذا کا بھی یانِ احتمال تھا
 مین کی اکھون زبان سے نکلا جو حال تھا
 پانی چڑھا دیا یہیہ اُسکا اُبال تھا
 کھانا یہ پکے ہارن اسی کا خیال تھا
 بوئے کہ یہ مرے ہی کئے کا وبال تھا
 از بس گناہگار مرا بال بال تھا!
 جو زخمِ قحط کا سبب اند مال تھا
 چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا!
 ایک ایک لب تو فوطِ خوشی نہال تھا
 یانِ حضرت عمرؓ کو وہی انفعال تھا

عمرؓ کو یہ جو ملا تبھ سے چھین کر

جو کچھ گزر رہا ہے یہ اُس کا وبال تھا

عدل فاروقی کا ایک نمونہ

ایک دن حضرت فاروقؓ نے نہر پر کہا
 ایک نے اٹھ سکے کہ ایہ کہ نہ مائین لگے کبھی
 چادرین مالِ غنیمت میں جواب کی آئین

میں تمہیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور
 کہ نہ سے عدل میں ہم کو نظر آتا ہو فقور
 صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئے میں سب کے حضور

اُن میں ہر ایک کے حصہ میں فقط ایک آئی
 اب جو جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس
 تھا تھا رہا بھی وہی حق کہ یہی ہو دستور
 یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوا ضرور
 ایک چادر میں تراجم نہ ہوگا دستور
 تو خلافت کے نہ قابل ہیں ہمیں نامور
 اپنے حصہ سے زیادہ دیا تو نے تو اب

————— ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ —————

گرچہ وہ حد مناسب بڑھا جاتا تھا
 روک لے کوئی کسی نہ رکھتا تھا بحال
 سب کے سب مہربان تھے چہ اناٹ چہ ذکور
 نشہ عدل و مساوات تھے سب محمور

————— ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ —————

اپنے فرزند سے فاروق معظم نے کہا
 تھیں لیکتے ہوا سکا مری جانے جواب
 تم کو ہر حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور
 کہ نہ پکڑے مجھے محشر میں مرا رب غفور

————— ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ —————

بولے یہ ابنِ عمر سے مخاطب ہو کر
 ایک چادر میں جو پورا ہوا انکا لباس
 "اس میں کچھ والد ماجد کا نہیں جرمِ قصیدہ
 کر سکی اس کو گوارا نہ مری طبعِ غفور
 اپنے حصہ کی بھی میں اُنھیں چاہویدی
 واقعہ کی یہ حقیقت ہے کہ جو تھکی دستور
 نکتہ چین نے یہ کہا اٹھ کے کہ ہاں امِ فاروق
 حکم نے ہم کو کہ اب ہم اُسے مانیں گے ضرور

اظہار و قبول حق

دارلِ عدل بمیر عمر ابن الخطاب
 بیچ تھی جسکے یہ منازعتیں و سریر

مجمع عام میں لوگوں سے انھوں نے یہ کہا
 جس قدر تم کو ہومقدور وہیں تک باندھو
 ایک بڑھیا نے وہیں ٹوک کے فوراً کہا
 صاف قرآن میں قنطار کا لفظ آیا ہے
 لاکھ تک بھی ہو تو کہہ سکتے ہیں اس قنطار
 سرنگون ہو۔ کہہ کیا حضرت، فاروق نے نہ آہا
 میں نہ تھا اس سے جو واقف تو یہ میری تعصیر،

جراتِ صداقت

میتوں حضرت عباسؓ بھی چشمہ شام کی کھڑ
 دید میں آ کے لڑے اور گرفتار ہوئے
 قیدیوں کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا تیار
 رات کو حضرت عباسؓ کر لے اکثر
 دیر تک سرد در عالم کو رہی بے خوابی
 وجہ پوچھی جو صحابہ نے، تو یہ فرمایا
 جب سنا یہ تو دہیں کھول دیے ہاتھ ان کے
 تھا انہی حضرت عباسؓ کا پوتا (منصور)
 ایک دن حکم دیا اُس نے کہ اولاد رسول
 پھردیا حکم کہ ان سب کو بچھا کر زنجیر

کم سے کم یہ کہ رسالت پہ نہ تھا ان کو یقین
 بس کہ تقدیر میں بھی خانہ زندان کی زمین
 اتفاقات سے تھا خانہ مسجد کے قرین
 قید کر کے ہوئے لوگوں نے جو مشکین تھیں کسین
 کروٹیں لیتے تھے اور نیند آتی تھی قرین
 آتی ہر کان میں عباسؓ کی طرزِ حزن
 چین سے حضرت عباسؓ نے راتیں کاٹیں
 جو کہ ایوانِ خلافت میں ہوا سخت نشین
 ایک جہاں جمع کیے جائیں جو بلجائیں کہیں
 کہہ دوان سے کہ نین خانہ زندان کے مشکین

ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا منصور
پاہ زنجیر تھے سادات یسار اور یہیں
ساتھ ساتھ آتے تھے پیدل جگہ و جان رسول
اور منصور تھا زیب حرم خانہ زمین

————— (۰۰۰۰۰) —————

ایک نے مجمع سادات سے بڑھ کر کہا
گرچہ اس لطف کے شکوہ میں ہم خال نشین
غزوہ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک
وہ تو بچھو اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں

نظام حکومت اسلام

جب ولی عہد ہوا تخت حکومت کا زید
عادل شرب و بطحا کو یہ پہونچے حکام
کہ ولی عہد کا بھی آپے پڑھے نام ضرور
خطبہ پڑھتا ہر حریم نبوی میں جو امام
وقت آیا تو چڑھایا یہ منبر پر خطیب
اور کہا یہ کہ زید اب ہر امیر اسلام
یہ نئی بات نہیں ہر کہ ابو بکر و عمر
جانشین کر گئے جب موت کا ہونچا بیغ
اٹھ کے فرزند ابو بکر نے فوراً یہ کہا
سر سر کذب ہر یہ ای خلیفہ نسل اسلام
جھوٹ ہر یہ کہ ہر پینت ابو بکر و عمر
ہاں مگر قصہ و کسری کی ہر یہ سنت اسلام
اپنے بیٹے کو بنا یا تھا خلیفہ کس نے
ایسی جعت کا نہیں نہ رہا اسلام نام
یہ طریقہ متواتر ہر تو کفار میں ہے
ورنہ اسلام ہر اک مجلس سری کا نظام
شان اسلام ہر شخصیت ذاتی سے بعید
شرع میں سلطنت خمس ہر منوع حرام

اس سے بھی قطع نظر نسل عرب میں ہم لوگ
دو کوئی اور جن ہوتے ہیں جو شاہوں کے نظام

ہمارا طرز حکومت

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی مانگ کر پر
مگر وہ حکمرانی جسکا سکے جان و دل پر تھا

—: (۱۰): —

قرمیت راجگان ہندو اکبر نے جیتا ہی
تو خود فرماؤں نے نسبت کی خواہش کی
ولی عہد حکومت اور خود شاہنشہ اکبر
اُدھر راجہ کی نور و دھڑکتیں جھلک کر تھیں
دلہن کو گھر سے منزل کا دکھل سے لائے
دلہن کی بالکی خولنے کندھوں پر چولائے تھے
کہ یہ شہ عہد و زورِ شہزادائی کا زور تھا
اگرچہ آپ بھومہ صاحبِ نیم و افسر تھا
گئے آئینہ تک تخت گاہ ملک و کفر تھا
ادھر شہزادہ پر حیرت و حیرت گشت تھا
کہ کوسوں تک سین پر فرشتے بایں ہوتے
وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر اکبر تھا

—: (۱۱): —

یہی ہیں وہ نیم ایمانِ عطرِ محبت کی
کہ جسے بوستانِ ہند برون تک مہر تھا
تھیں لے کے ساری داستانِ مین یا دہر اتنا
کہ عالمگیر ہند و کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

عدلِ جہانگیری

قصر شاہی مین کہ ممکن نہیں غیر دھکا گدڑ
کوئی شامت زدہ رہ گیا رُدھر آٹھلا
ایک دن نورِ جہان بام پہ تھی جلوہ فگن
گرچہ تھی قصر مین ہر چار طرف سے قدغن
خاک پر ڈھیر تھا اکل کشتہ بے گور و کفن
غیرتِ حسن سے یلگ نے پلچہ مارا

غیظ سے آگئی ابر سے عدالت پر شکن
جا کے پوچھ آئین کہ سچ یا کہ غلط یہ سخن

ساتھ ہی شاہ جہانگیر کو پہنچی جو خبر
حکم بھیجا کہ کینز ان شہستانِ شہی

—:~:—

میری جانب سے کرو عرض بہ انجمن
مجھ سے ناموس جانے یہ کہا تھا کہ "زن"
کشورِ حسن میں جاری ہر یہی شریعت کہن

نخوتِ حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا
ہاں مجھے واقعہ قتل سے انکار نہیں
اُس کی گستاخ نگاہی نے کیا اسکو ہلک

—:~:—

کہ شریعت میں کسی کو نہیں کچھ لے سخن
شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اُردو گون
پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ مل تھا نہ شکن
پہلے بیگم کو کرین بستہ زنجیر میں
اور جلد کو دین حکم کہ "ہاں تیج بدلا"
تھی جہانگیر کے پردہ میں شہنشاہِ زمین
جا کے بنجاتی تھی اور ارقِ حکومت شکن
نہ وہ غم نہ سوین نہ وہ عہدہ صبر شکن !
جنگی رفتار سے پامال تھے مرغانِ جہن
ایک بیکس ہر کہ جسکا نہ کوئی گھر نہ وطن !

مفتی دین سے جہانگیر نے فتویٰ پوچھا
مفتی دین نے بیخوف و مضطرب کہا
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اٹھے
ترکون کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر
پھر اُسی طرح اُسے کھینچ کے باہر لائیں
یہ وہی نور جہان ہر کہ حقیقت میں یہی
اُس کی پیشانی نازک پہ چوڑتی تھی گرہ
اب نہ وہ نور جہان ہر نہ وہ اندازِ غرور
اب وہی پائون ہر اک گام پہ تھرتے ہیں
ایک مجرم ہر کہ جسکا کوئی حامی شفیع

—:~:—

خون بہا بھی تو شریعت میں ہر کہ ابر سن

خدمتِ شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام

استقد فرق متفاوت پہ بھی ہر عام یہ بات
 پس اگر غلو سے دیکھو تو بجز مذہب دین
 ان اصولوں کی بنا پر یہ نتیجہ ہر صریح
 ان مسائل میں ہر کچھ ژرف نگاہی درکار
 غور کرنے کیلئے فکر و تمن ہے ضرور
 بحث یافتہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ
 آپ کھانے کو نہایت ہیں پہنے مسموم
 اعتقادات ہیں ہر سب سے مقدم توحید
 کون ہر شاہد شرک سے خالی اسوقت
 آستانوں کی زیارت کیلئے شدہ حال
 کیجئے مسئلہ شرک نبوت پہ جو غور
 اب عمل پر جو نظر کیجئے آئے گا نظر
 اغذا کی ہر یہ حالت کہ نہیں ہر وائیں
 نص قرآن سے مسلمان ہیں بھائی بھائی
 یا نہ حالت ہر کہ بھائی کا ہر بھائی نہیں
 نہ کہیں صدق دیانت ہر نہ پابندی عہد
 آیت فاعلموا کہ ہر ہر روز مگر
 الغرض عام ہر وہ چیز جو بے دینی ہر

قوم کا دفتر عزت میں کہیں نام نہیں
 ہم مسلمانوں میں کوئی صفت عام نہیں
 سبب پستی اسلام جز اسلام نہیں
 یہ حقائق ہیں تماشا ہے لب عام نہیں
 منزل خاص ہر یہ رہ گزر عام نہیں
 جس کو اسلام سمجھتے ہیں وہ اسلام نہیں
 پھر یہ کہتے ہیں غلام و جلا سقام نہیں
 آپ اس وصف کو دیکھو تو کہیں عام نہیں
 کون ہر جسے فریب ہو میں خام نہیں
 اس میں یکا شان پر شاری اہنام نہیں
 کفر میں بھی یہ جہانگیری اولیٰ نہیں
 کہ کسی ملک میں پابندی احکام نہیں
 جسکے چہرے پہ فروغ سے گلفام نہیں
 اس اخوت میں خصوصیت اعام نہیں
 کون سا گھر جو جہان یہ فرش عام نہیں
 دل میں ناصاف زبانوں میں جو دشنام نہیں
 علما کو خبر گردش ایام نہیں
 صاف یہ بات ہر دھوکا نہیں اہنام نہیں

ان حقائق کی بنا پر سبب پستی قوم

ترک پابندی اسلام ہے، اسلام نہیں

خطاب بحضور وائسرائے

اے جلیون گمراہ اور بگڑی ہوئی
تو نے ظاہر میں رعایا سے جو کھانی پکست
تو نے کھجھا کر رعایا کا وہ انبوہ وہ جوش
تیرے لطف و کرم عام نے دیدی یہ ندا
تو نے اک آں میں گرتا ہوا گھر تھام لیا
بات رکھ لی تری تقریر نے حکام کی بھی
تیرے دربار میں پہونچیں گے جو اور ارقی ہیں
وہ کیا تو نے جو آئین جہان بانی ہے
حقیقت میں ظفر مندئی سلطانی ہے
گرچہ جائز نہ سہی جذبہ انسانی ہے
کوئی مجرم ہر نہ قیدی ہو نہ زندانی ہے
باز دہن میں یہ ترے زور جہان بانی ہے
گرچہ لازم انھیں اظہار پشیمانی ہے
اُن میں پیش کش شبلی نعمانی ہے
گرچہ بیخ امرا میں نے نہیں کی ہر کبھی
شکر احسان مگر اگر فطرت انسانی ہے

شغل تکفیر

اک مولوی صاحب نے کہا میں نے کیا آپ
آباد اسلام ہیں لندن میں ہزاروں
تقلید کے پھندوں کے مجھے جانتے ہیں آزاد
جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم
افسوس مگر یہ ہر کہ واعظ نہیں پیدا
کچھ حالت یورپ سے خبر دار نہیں ہیں
ہر جہاں بھی مائل اظہار نہیں ہیں
وہ لوگ بھی جو داخلہ انہیں ہیں
ان میں بھی تعصب کے ڈھانچے نہیں ہیں
یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں

کیا آپ کے زموں میں کسی کو نہیں پتہ درد
کیا آپ بھی اس کے لیے تیار نہیں ہیں
جھٹلا کے کہا یہ کہ یہ کیا سوراہا ہے
کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں
کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو
یا کوئی جذبہ دینی تھا کہ جس نے دم میں
ہے یہ وہ قوت پروردگار کہ جس کی تکرار
اسکی زد کھل کے لرز جاتی ہو بنیاد زمین
یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں
اُس کی برکت تھی کہ صحرائے حجاز کی قوم
یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن
یا کوئی جاذبہ ملک وطن تھا جس نے
ہے اسی دوسے یہ مرستی احرار وطن
آپ دنوں سے کیے دیتے ہیں ہر کوئی دم
مہ تون بحث سیاست کی اجازت ہی تھی
اب اجازت ہو مگر دائرہ بحث ہے یہ
ہم کہہ پا مال کیے دیتے ہیں ابنا وطن

وہی باتیں ہیں کہ جن پر ہر ترقی کا مدار
کر دیا زور افسردہ کو ہر نگ شرار
سنگِ خدا کو بنا دیتی ہو کہ مشیتِ خبار
اُس سے ٹکرا کے بھر جاتے ہیں اوراقِ یاد
کھیلنے جاتے تھے یا وانگہ کسریں میں شکار
جنگے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اوطاقِ ہمار
بن گئی دہریں جا کر چمن آرا سے ہمار
فاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار
کر دیئے دم میں تو لے عملی سب بیدار
ہر اسی نقشہ سے یہ گرمی ہنگامہ کار
نہ سیاست ہو نہ ناموسِ شریعت کا وقار
کہ وفاداریِ مسلم کا تھا یہ خاص شعار
کہ گورنمنٹ اس بات کے ہر من عرض گزار
دور ہو پس جائے نہ یہ فرقہ اخلاص شعار

یہ بھی ایک گوشہ شکست ہر شان و ان کو ضرور
 اب رہا چاہے نہ ہی تو وہ اس طرح مٹا
 و فرج زین عزالین اخلاق میں شیریں کہیں
 بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا
 ہنسنے بہت بھی زراغبار کے سیکھے تھے، اوم
 نام لیتے تھے اسطو کا ادب سے ہر چند
 جانتے تھے مگر اس بات کو بھی اہل نظر
 یعنی یہ بادلوں کا کینہ جو شمس
 آج ہر بات میں ہر شان و فرج پیدا

کہ نصاب میں جو کم حلقہ بگوشوں کا شمار
 کہ ہمیں آپ ہی آتا جواب اس نام سے عار
 نظر آتے نہیں جو حرمت دین کے اشار
 کہ نہ گنہ گار بھی ناموس شریعت کا وقار
 ہنسنے پہلے بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہے غبار
 تھے خواہوں ان کے کہ بھی گوشہ گزار
 کہ حریفوں کو نہیں انھیں خج من میں بار
 بزم امرار کے کہ لوگ نہیں بادہ گسار
 آج ہر بات میں ہر شان و فرج پیدا

بین شریعت کے مسائل بھی دہین تک ضرور
 کہ جہاں تک انہیں معقول بہت ایسا بخیر

جنگ زرگری
 معاہدہ ندوۃ العلماء

کیا لطف ہے کہ حامی ندوہ میں ایسے لوگ
 وہ لوگ جنکی رائے میں یہ ندوہ غریب
 وہ لوگ جن کی رائے میں تعلیم کا یہ طرز
 وہ لوگ جن کی رائے میں یہ ندوہ حقیر
 وہ لوگ جن کی رائے میں ندوہ کا یہ علم
 ندوہ کا نام سنکے جو کھاتے تھے پیچ و تاب

جنگو کہ اسکے کام بھی اجتناب تھا
 ایک یہود خیال تھا یا ایک خواب تھا
 اعلان جنگ سید عالی جناب تھا
 تعلیم مغربی کے لیے سد باب تھا
 سرتاقدم فریب وہ شیخ و شاب تھا
 جنگ کے لیے وہ مورد رنج و عتاب تھا

حیرت یہ ہے کہ مجمع عربی میں یہ گروہ
 ندوہ بہ حرف گبر جو ہوتا تھا کوئی شخص
 ندوہ میں کوئی نقص بتاتا تھا اگر کوئی
 ستارگان پرچہ علیگندہ تھے پیش پیش
 سرت میں تھے تمام تماشایان بزم
 ندوہ کہان کہان وہ علیگندہ کی انجمن
 کس دن کی دستاویز یہ کپڑا ہر ارتباط
 شایان آفرین ہے وہی ندوہ غریب
 سرشار ہے حمایہ ندوہین وہ گروہ
 یہ قصہ لطیف ابھی ماتم ہے

—:—:—

آتا ہے اب معائنہ ندوہ کا مشن
 جبین سے کچھ شریک نزاع قدیم ہیں
 جن میں سے کوئی محکمہ راز کا شریک
 خود کوزہ گر ہے خود گول کوزہ بھی ہر وہی
 کیا شان ایزدی کہ وہی ندوہ علوم
 جو مایہ اُمید ہے نسل جدید کا
 جسپر چسُن ظن ہے کہ یہ مجمع کرام
 آیا تھا جسکے شوق میں وہ فاضل عرب

جو اختراع مجمع حکمت شعار ہے
 کچھ ابتدا سے بانی آغاز کار ہے
 مضمون آفتاب کا مضمون نگار ہے
 جو صلح ہے وہی روش کارزار ہے
 جو مدعی رہبری روزگار ہے
 جو کاروان رفتہ کی یادگار ہے
 جسکا کہ مصر و شام میں اب تک قار ہے
 جس کا مرقع ادبی المنار ہے

چلتے ہیں جسے نقش قدم پر ریف بھی
جسے خطابت عربی کو دیا رواج
جسے بدل دیا روش و شیوہ قدیم
اُتے ہیں اُسکی جانچ کتا آشنا نے فن
تعلیم شرقی سے نہیں جبکہ کچھ غرض
ارباب ریش و جتہ اقدس کا وہ گروہ
گو اعتراف حق سے ابھی ان کو عالم ہے
جو فن حرج و نقد کا آموزگار ہے
جو بہ طریقہ اصلاح کار ہے
یہ نعتلاب گردش لیل و نہار ہے
ندوہ اب اُن کا ناز کش اقتدار ہے
اب چند نشیون کا اطاعت گزار ہے

یہ داستان درویدِ افسانہ الم!
ندوہ کا نوحہ نفسِ احتضار ہے!!

منکرمی بوون ہر نگہستان زیتن

معرض ہیں مجھ سے سب کو زبانِ قدیم
میں نے کیوں کچھ مضامین بیست و پیر
کا اگر میں مجھ کو اظہارِ برأت کیوں نہیں
جرم یہ عزم نے کیوں چھوڑا وہ آئین کہیں
کیوں نہ کی تھیں رازِ رہنمایانِ زین؟
کیوں جھوٹے رنگ میں ہوں ہندو کا ہم جن

خیر میں تو سنا سنا اعلانِ ہومین و ہومین
اُس نے شلمہ میں جاسکے کی بھی جو کچھ گفتگو
سعی بازوئے یمن جب ہندوؤں کو کچھ حقوق
یعنی جا کر شیر جب جنگل سے گرا لے شکار
آپ تو فرمائیے کیوں آپ نے بلاطین
احصل سکا نقطہ یہ تھا پس از تمہیدِ فن
اُس میں کچھ حقیقت ہے ہم کو بھی بہرِ نیجت
لوٹری پہونچے کہ کچھ مجھ کو بھی دے سرکارِ سن

احرار قوم اور طفل سیاست

یہ اعتراض آپ کا بیشک صحیح ہے
چلتے ہیں تھوڑی دور ہر اک اہر کے ساتھ
زود اعتماد بان چین تلون دھرم ہر
ولین عزم ہر ارادہ میں ہر ثبات
بے اعتدالیان ہیں اولے کلام میں
ہر دم ہیں گوسائل ملکی زبان پر
احرار قوم میں ہیں بہت خلیان ابھی
گم گشتہ طریق ہے یہ کاروان ابھی
ہو جاتے ہیں راکب سے یہ بگان ابھی
بھیلے نہیں ہیں سرکہ امتحان ابھی
باہر ہے اختیار سے انکے زبان ابھی
نہیں سے ایک بھی تو نہیں نکتہ دان ابھی

یہ سب بجا درست مگر سچ جو پوچھیے
یہ ہے اسی سیاست پارینہ کا اثر
موزون نہیں ہر جنبش اعضا تو کیا عجب
چلتے ہیں لڑکھڑاتے ہیں لکڑی پاؤں
بیکار کر دیئے تھے جو خود بازو سے عمل
انے گمان سے قوت رفتار پاؤں میں
جو کچھ کہ ہے یہ ہے اثر رفگان ابھی
گوشہ میں بھڑکی ہر مگر خوں ابھی
شب کے خار کی ہیں یہ انگڑائیاں ابھی
چھوٹے ہیں قید سخت سے سخت جان ابھی
گو کہنے تھے ہیں پر نہیں کہنے جی کمان ابھی
کچھ بیڑیاں ہیں پاؤں کی بند گراں ابھی

غور غمان ہے کچھ مباحث ملی نہیں ہیں یہ
اک طفل ہے سیاست ہندوستان ابھی

خطاب بہ احرار

ایک مرکز کی ضرورت

یہ جو لیڈر شکنی آپ نے کی خوب کیا
لوگ اب حلقہ تقلید میں ہونگے نہ اسیر
ہاں مگر ایک گزارش بھی ہے قابل غور
ہمسکے آپ نے دھاسے بہت اچھا لیکن
آبلت اہل نشر تھا یہ مانا لیکن
آپ کہتے ہیں کہ وہ مجموعہ ناجائز تھا
اب کوئی مرکز قومی ہو نہ توجیر خیال
خوف یہ ہے کہ کچھ جائے نہ شیرازہ قوم
ذرا جس طرح ہم چاہتے ہیں اڑا کر کے فنا
کاتہ چینی سے فقط کام نہیں چل سکتا

تو اب طریق غلامی سے ہوا کھل کر
ٹوٹ جائے گا طاسر اثر استبداد
یہ تو فریاد اس باب میں کیا ہوا شاد؟
شرط یہ ہے کہ عدم کو بھی روک لیجئے بنیاد
دیجیے کیا کہیں زخم میں آئے نہ فساد
خیر ہو کچھ تھا اگر محنت تو کچھ کچھ آزاد
کوئی جادہ متعصب ہو نہ کچھ توشہ و زاد
خوف یہ ہے کہ یہ دیرانہ نہ پھر ہوا زاد
یہ ہی ہو جائیگی پھر قوم بھی آخر زیاد
یہ بھی لازم ہے کہ کچھ کام بھی ہو پیش نہاد

بھاپ پر زور ہے لیکن کوئی انجن بھی تو ہو

کام کیا آئے گا شتر جو نہ ہو گا فصا و

جزر و مد

السلال کالب ولجہ

دیکھ کر حریت فکر کا یہ دور جدید
سوچتا ہوں کہ یہ آئین خرد ہے کہ نہیں؟

رہنماؤں کی یہ تحقیر یہ انداز کلام
 اعتراضات کا انبار جو آتا ہے نظر
 نکتہ چینی کا یہ انداز، یہ آئین سخن
 جس نئی راہ میں ہیں باد یہ پیادہ لوگ
 شاعر و فن جو نئی آنچ بکھائی ہے بساط
 پہلے گر شانِ غلامی تھی تو اب خیر و سری
 اس میں کچھ شبابِ رشک و حسد ہے کہ نہیں؟
 اس میں کچھ قابلِ تسلیم و سند ہے کہ نہیں؟
 بزمِ تہذیب میں مستوجبِ رد ہے کہ نہیں؟
 کوئی اس جادوہ مشکل کا بلدہ کہ نہیں؟
 اس میں ان پر بھی مین کے کوئی رد ہے کہ نہیں؟
 اس میں وہ ہے مین کوئی بچ کی جہر کہ نہیں؟

فیصلہ کرنے سے پہلے مین ذرا دیکھ تو لون
 ”جزر“ جیسا تھا اُسی زور کا ”مد“ ہے کہ نہیں؟

مسلم لیگ

لیگ کے عظمت و جبروت انکار نہیں
 ہو گوڑنٹ کی بھی اسے عنایت کی نگاہ
 کون ہے جو نہیں اس حلقہ قومی کا امیر
 فیض ہے اسکا باندازہ طالب یعنی
 کعبہ قوم جو کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
 پختہ کاروں کے لئے آکر تسخیر ہے یہ
 رہنما بابر نوا آموز کا ہر مکتب و درس
 ہر مقام میں درکار ہے ایثار و نقوس
 ملک میں غلغلہ ہے شور ہے کھرام بھی ہے
 نظر لطفِ رؤیانِ خوش انجام بھی ہے
 اس میں ہر باد بھی ہیں زندہ و آشام بھی ہے
 بادوہ صاف بھی ہو دُرد تہ جام بھی ہے
 مزاج خاص ہے یہ قبلہ گر عام بھی ہے
 نوجوانوں کو صلائے طبع خام بھی ہے
 زینہ فخر و نمائش گری عام بھی ہے
 ان میں طرزِ عمل دوسرے وہ مقام بھی ہے

صدر مشہور ترین سے آنکھیں ہیں پر آب
محتضر کے خضال کوئی پوچھے تو یہ ہیں
رہتا ہوا اسکو گونست بھی ملک سے بھی
دلین غواری ترکان کنو نام بھی ہے
محسن قوم بھی جو خادم حکام بھی ہے
جس طرح صرف میں لگ قاعدہ اضم بھی ہے

اسکے آفس میں بھی طرح کا سالانہ دور
ہیں ترین سے بھائی ہوئی یزین برسو
چند ہی سہ ہیں سند یافتہ نام و عمل
ہو جو غلط میں افروغ سیاست نمود
یہ تو کچھ ہے مگر کیا گزارش ہو خصلو!
ورق سادہ بھی ہو کلک خشن اندام بھی ہے
جا بجا دفتر پارینہ احکام بھی ہے
کچھ اسٹنٹ میں کچھ حلقہ خدم بھی ہے
سفر درجہ اول کے لیے دام بھی ہے
گرچہ یہ سوادب بھی ہو اور ابرام بھی ہے

مجھ سے آہستہ مرے کان میں ارشاد ہو یہ

نٹال بھر حضرت والا کو کوئی کام بھی ہے؟

خطاب

ہر اسٹ آنریبل سینڈ امیر علی صاحب

اغراض چلتے وقت مروت سے دور تھا

اس وقت پاس آپ کا ہونا ضرور تھا

ہر چند لیگ کا نفس واپس ہر اب
اس مہتی دور و زہ پہ جس کو غور تھا

وہ دن گئے کہ بندہ کو کتے تھے حرم
 ہر بواہوس خمارِ سیاست میں چور تھا
 ہم پایہ کلامِ سخنگوئے طور تھا
 گو باد اب امامِ زمان کا نور تھا
 اس نقشِ سیما میں نظر کا قصور تھا
 اک کاسِ تہی یہ سر پر غرور تھا
 یہ تیرگی تھی جس کو بھٹتے تھے نور تھا
 اخلاص و صدق شائبہ مکر و زور تھا
 جسکے گھروں میں جنسِ فاکا و نور تھا
 جو جس قدر مقامِ قرب کے دور تھا
 ظاہرِ ہوا کہ فتنہ ارباب زور تھا
 اک ٹیس سی ٹی تھی کہ شیشہ یہ چور تھا

وہ دن گئے کہ بندہ کو کتے تھے حرم
 وہ دن گئے کہ شانِ غلامی کے ساتھ بھی
 وہ دن گئے کہ شائعِ اول کا حرفِ حرف
 وہ دن گئے کہ فتنہ آخرِ زمان کے بعد
 اب معترف ہیں دیدہ و رانِ قدیم بھی
 اس سستِ مرتعش میں نہ تھی قوتِ عمل
 یہ لمحہ سراپا نہ تھا چشمہٴ بفتا
 آئینِ بندگی میں تسلق کی شان تھی
 اُن کی دوکان کی وہ ہوا اب کھر چلی
 اب یہ کھلا کہ واقف ہو کر تھا اُسی قدر
 ہر دمِ برادرانِ وطن کی بُرائیاں!
 سبٹ گیا سیاست سی سالہ کا طاسم

— ۵۰ —

یہ جسمِ مردہ منتظرِ نفعِ صورت تھا
 مرثیہ کا نظام میں جو کچھ فتنہ تھا
 جس میں کا منتظر کہ ہر اک باشعور تھا
 اکویشِ عبت ہر اک دلِ نفور تھا
 کیا آپ کو بھی رازِ نہان پر عبور تھا
 از بس کہ آتائے میں شورِ لشور تھا

لے دے کے رہ گیا تھا سہارا پس آپ کا
 اُمید تھی کہ اب کی بدلتا شیشہٴ مومل
 ہو گی کچھ اب نظامِ حکومت پہ گفتگو
 دیکھتے برادرانِ وطن کو یہ صدمہ
 یہ کیا ہوا کہ اپنے بھی بیرنجی سی کی؟
 یا یہ سبب ہو کہ پرانندہ تھا مزاج

مکن ہے اور بھی ہوں کچھ اسباب ناگزیر
یہ سہی پہ آپ کو آنا ضرور تھا

مسلم لیگ

لوگ کہتے ہیں کہ آمادہ اصلاح ہر لیگ
میں نہ راز سے کچھ بھٹکا آتی ہے
فرق اتنا تو بظاہر نظر آتا ہے ضرور
عرض مطلب میں زبان کچھ تو کھلتی جاتی
وہ بھی اب نقد حکومت کو پرکھتے ہیں ضرور
قوم میں پھرتے پھرتے جو فساد و ف
وہ بھی کہتے ہیں کہ اس جنس فساد کی قیمت
آگے تھے حلقہ نقیہ میں جو لوگ اسیر

یہ اگر سچ ہو تو ہکو بھی کوئی جنگ نہیں
کہ ہم آہنگی اجاگر اب ننگ نہیں
اب خوشامد کا ہر اکبات میں رنگ نہیں
گرچہ اب تک بھی حریفوں کا ہم آہنگ نہیں
جن کو اب تک بھی تیز گرد و سنگ نہیں
ان کی فساد طرازی کا بھی وہ سنگ نہیں
جستہ رشتی ہر ذرہ کی بھی ہر سنگ نہیں
سست فساد تو اب بھی بن کر لگ نہیں



آپ بربل جو نہیں ہیں تو ہلا سے نہ سہی
کام کر نیکی بہت سے ہیں جو کرنا چاہا ہے
سال میں یہ جو ناشائسا ہوا کرتا ہے
کچھ تو نظم و نسق ملک میں بھی بیچے دخل
کچھ نہ کچھ نظم حکومت میں ہر اصلاح ضرور
کم سے کم حاکم اضلاع تو ہوں اہل وطن ا

یاں کسی کو طلبا فساد اور ننگ نہیں
اب بھی یہ دائرہ وسیع و عمل تنگ نہیں
کام کر نیکی یہ انداز نہیں ٹھنک نہیں
شیوہ حق طلبی ہر یہ کوئی جنگ نہیں
ہم نہ مانیں گے کہ اس آئینہ میں ننگ نہیں

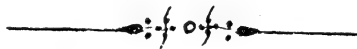
کیا ہزاروں مین کوئی صاحب فرہنگ نہیں

صلح کانفرنس کی شکست اور جنگ کا آغاز

سوٹ انڈیل سلف گورنمنٹ

دیکھا جو لیگ نے کہ ہوا خاتمہ تمام
کھنڈے لگے ہیں سب کی سیاست کا یہ نظام
تقسیم مشرقی نے عیان کر دیا ہر سب
جب جو ہو کے لیگ نے اُٹا ہے یہ ورق
چہرہ پہ ہے جو سلف گورنمنٹ کا نقاب
نکھنچے نہ یہ کہ سوٹ انڈیل کی جو شرط ہو
نکھنچے نہ لوگ یہ کہ یہی لفظ پُر زب
سب یہ کچھ ہے ہیں کہ اب لیگ کا گرس

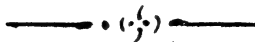
ازد کہ دست حق طلبی اب دراز ہے
مقبول خاص و عام نہیں چلنے ساز ہے
جو شاہ راہ حق میں نشیب فراز ہے
جو سر بسر موقع فرنگ ساز ہے
ہر دیدہ ورا سیر طلسم مجاز ہے
تمہید سجدہ ہائے جبین نیا ہے
اس ملک میں طلسم غلامی کا راز ہے
دونوں کا ایک عرصہ گر حرکت باز ہے



جب تک کہ لوگ حلقہ بگوشِ نوحہ میں
جب تک ہیں لوگ عالمِ بلائے ستیفیض
اُحرار سے کہو کہ نہیں کچھ امید ”صلح“

جب تک زبانِ قوم خوشامد طراز ہے
جب تک ہم یہ دُور قح ہائے راز ہے
مٹا نہیں جو تفسرِ قد و امتیاز ہے

آزادی خیال پہ تم کو ہے گر غرور
تو لیگ کو بھی شانِ غلامی پہ ناز ہے



مسلم لیگ

لیگ کو جب نظر آیا کہ چلی ہاتھ سے قوم
منظر عام پہ لوگوں سے کیا اس خطاب
اک راسی سگرا اس لفظ میں تخصیص بھی ہو
یعنی وہ سلف گورنمنٹ کہ "ٹوسو سائل"
یہ تسلیم کہ ہر اک ملک کی حالت ہر جدا
جو حکومت کہ کناڈا کے لیے موزون ہو
ملک میں ہم بھی ہیں ہندو بھی ہیں عیسائی بھی
واقعی قیڈ مناسب ہو، بجا اور موزون
پہلے بھی آئے اس صحن میں لیتے تھے پناہ
جب کبھی کوئی بھی تحریک سیاسی ہوگی
اب بھی ہیں جاوہر مقصد وہی نقش قدم
یہ وہی لفظ ہو، مجموعہ صد گونہ فریب
آپ ہر بار جو بڑھ بڑھ کے پلٹ آتے ہیں
آپ کے فلسفہ نو کے یہ الفاظ جادیر
ہر حقیقت میں اسی متن غلامی کی شہرچہ
چند جملے جو زبانوں پہ چلے آتے ہیں
ایک نہیں ہے یہ بھی کڑا بھی وقت نہیں

اک نیا روپ بھرا اس نے باندازِ دگر
کہ نہیں سلف گورنمنٹ اب ہم کو مفر
جس سے ہیں تفتن اللفظ سب اربابِ نظر
یا کہ موزون و مناسب ہو بالفاظِ دگر
جسکا آئین حکومت پہ بھی پرتا ہر اثر
ہر وہی مملکت ہند میں سرمایہ شمر
جو کہ ہیں نخل حکومت کے لیے برگ و ثمر
آپ اس قید کو کس کام میں لائیں گے مگر؟
پہلے بھی آپ اسی شست میں تھے راہِ پیر
آپ اس قیڈ مناسب کو بنائیں گے سپر
اب بھی اور اق سیاست کا وہی ہر مسطر
یہ وہی لفظ ہو سرمایہ صد گونہ ضرر
ہے اسی شیوہ تعلیم غلامی کا اثر
گو بظاہر ہیں فریبندہ اربابِ بصر
ہر حقیقت میں اسی نخل سیاست کا ثمر
آپ ہر اتے ہیں ہر بار باندازِ دگر
ہے اسی لفظ کی تشریح باندازِ دگر

آپ اس لفظ کو بار بار بتائیں گے پھر
 آپ کی گردن پر ہم کا یہی تھا محو
 آپ اس کو چوبیس سے نہ ہونگے سر پر
 دل سے جائے گا نہ تعلیم غلامی کا اثر
 ہر طرف پھرے اسی نقطہ پہ ٹھہرے گی نظر
 خوف یہ ہر کہ پہنچ جائے نہ فلاح کا اثر
 آپ یہ لفظ مناسب جو بنیاد وضع ہوا
 آپ کے دائرہ بحث کا مرکز بنایا ہی
 آپ میں ہم پر ہوں بھی نہ چھوٹے گئے کبھی
 آپ میں چھوٹا چھوٹا ہے نہ نکلیں گے کبھی
 ہم کہیں بھی کوئی پہنوسے غلامی ہوگا
 اس کو سرد مزاج اور پھراس پر تیرے

آپ کچھ گرم دو این جو گوارا نہیں
 ہم دعا گو یہ سمجھتے ہیں کہ ہو گا ہر

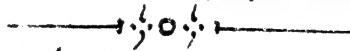
لیگ

مع

سوٹ اپیل

لیگ کہ سلف گوئی ہے اپنی نظر
 اب یہ بیجا ہے شکایت کہ وہ اگر نہیں
 لیگ کے جھگڑا کی یہی ہو بنیاد
 لیگ نے حق طلب ہیں جو یہ جرات کی ہو
 کچھ تو جو لیگ میں ہیں کیش شہدائی
 لیگ الون جو اسٹیج پہ کی تقریریں
 اس لیری سے ہر اک حرف ادا ہوتا تھا
 خدا کے کہ حل ہو گئی ساری مشکل
 اب یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ ہر یاد رکھی
 اور جو کچھ ہر اسی چیز میں ہے سب سائل
 واقعہ یہ ہر کہ ہے حق و شاکہ قابل
 آپ سے آپ جو کھینچا ہو اور امر میں دل
 کر دیے اس فیضانِ غلامی سب باطل
 بعض کہتے تھے کہ ہر سودا بین داخل

الغرض لیکہ گئے اور مجاہد مسلمانوں کے حدود
 مان تو اب عرض ہے یہ خدمتِ عالی میں خباب
 استیضائے رسول کے لیے لندن کی یہ قید
 یہ جو پیمائشِ ارضی کا ہر سی سالہ رواج
 جو مناصب کے ولایت کے لیے ہیں مخصوص
 صیغہ فوج میں تخفیفِ مصارف ہے ضرور
 یوں سنے آگے ہم بحر سے جیسے ساحل
 کیجئے سلف گورنمنٹ کا مقصد حاصل
 ہے یہ رفتار ترقی کے لیے سخت محمل
 ملک کے حق میں ہے یہ زہر سے بڑھ کر قاتل
 آج ابنائے وطن بھی ہیں ان کے قابل
 سینہ ملک پہ افسوس کر بجاری ہے سل



یگانے سن کے یہ سب مجھ سے باہر تھکا
 ہنسنے کو سلف گورنمنٹ کی خواہش کی تھی
 آپ جو کہتے ہیں ہم جدا دراک ہے دور
 آپ سمجھتے تھے کہ اس لفظ کا کیا تھا محمل؟
 شرط یہ بھی تو لگا دی تھی کہ ہو سوٹ ابل
 ہلکواس خواب پریشانیں کیجئے شامل

یہ وہ باتیں ہیں جو مخصوص ہیں یورپ کے لیے
 آپٹے پہلے غلامی کی تو کر لیں منزل

مسلم یونیورسٹی

گر خاشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

الحاق کی جو شرط نہ مانی جناب نے
 مسلم کے لفظ میں تو کوئی بات ہی نہ تھی
 کیا جانے کیا حضور کے دل میں خیال ہے
 کیا اس میں بھی حضور کو کچھ خیال ہے

یا پہلے ہی سے نیشہ خاطر میں بال ہے؟
 یہ سر ہمیشہ زیر قہم یا کمال ہے
 جو خامن شیبہ وہ صفت ذوالجداں ہے
 یا تنگ تو ہم کو پارس و بک خیال ہے
 یا تنگ جبین پر عرقی انفعال ہے
 یہ فیض خاص ہے سب سے بڑا سال ہے
 بھگادیا کہ جو شہ جنوں کا بال ہے
 کو صحت و عوام میں پھر قیل و قال ہے
 باطن پر انقیاد، جو ظاہر ملال ہے

اس باتے وطن کے لئے کچھ حیاں ہو
 ہم تو ازل سے صلہ بگوش نیا زمین
 پہنچے تو وہ ثنا و صفت کی حضور کی
 آیا کبھی نہ عرت تست زبان پر
 اردو کے باب میں جو ذرا کمال کی زبان
 واس عجا ربی طبع سے رہا ہے پاک
 آیا جو خرم سب کا بھی دل میں ہم بھی
 اب تک سی طرح پرین بہان خاص
 اگر من جھکی ہوئی ہر زبان کو کھینچ

بس اک عموم ورس وفا کا خیال ہے
 یا تنگ جو شہر یہ علی گڑھ کا جال ہے
 اس سے کوئی الگ ہو تو وہ خیال ہے
 پھر بھی گناہ گار مرا بال بال ہے
 اب کیا کہیں کہ ادب بھی کچھ عرض حال ہے

الحاق سے کچھ اور نہ تھا علی غافل
 یعنی کہ پھیل کر یہ زمانے کو گھیر لے
 یہ پالی ہے شاہزاد عام قوم کی
 پھر بھی حضور کی نہ گئیں سرگراںیاں
 اتنی سی آرزو بھی پذیر نہ ہو سکی

منہ سے رہے وہ غور سے یہ داستانِ غم
 جب ختم ہو گئی تو یہ لب پر مقال ہے
 ”حد سے اگر بڑھے گا تو ہو جائے گا مسہ“
 وہ در سگاہ رہے وفا کا جو خیال ہے

یونیورسٹی

ایوس گو ترقی قومی سے مین نہیں
 رائین تمام کچ ہیں خیالات سب غلط
 تیس لاکھ قوم نے جو کر دیے عطا
 لیکن یہ گفتگو جو نئی پھر گئی ہر اب
 الحاق کی جو شرط نہ منظور ہو سکی
 لبریز ہے تصور باطل سے ہر دماغ
 اب اس طرح پہنچتی ہر اک ایک کی زبان
 دو کوڑیاں بھی جس نے دیں آج تک کبھی

لیکن ابھی تک تو یہ سوئے خام ہے
 گم کردہ نجات ہر اک خاص عام ہے
 بے شبہ عزم و ہمت عالی کا کام ہے
 یہ باعث تباہی ناموس و نام ہے
 اک غلطی ہے شور ہے غوغاے عام ہے
 ہر سینہ عرصہ گاہ ہو سہلے خام ہے
 گویا کہ ذوالفقار علی بے نیام ہے
 اسکی بھی نیند جو شربون میں حرام ہے

اک غلطیہ پیا ہے کہ الحاق جب مین
 اسلام جو نام سے بھی منقسم نہیں
 مسلم نہیں تو جامعہ قوم بھی نہیں
 چند سے لے گئے تھیں اسی شرط پر تمام
 یہ در سگاہ خاص نہ تھا مدعا سے عام

پھر کس بنا پہ جامعہ قوم نام ہے
 اس کو تو دور رہی ہمارا اسلام ہے
 پھر کیوں یہ شور غلطی و اہتمام ہے
 یہ نقص عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے
 یہ وہ متاع ہے نہیں چھایہ و اہتمام ہے

ان اہل ان قوم کو سمجھا ہے یہ کوئی
 جس کی بنا تمام ہے تقسیم کار پر

عالم کے کاروبار کا اک انتظام ہے
 یعنی ہر ایک شخص کا اک خاص کام ہے

عالم میں ہیں ہر اک کے فرائض جدا جدا
 یہ مقتدی کا فرض فقط امثال امر
 یہ مسئلہ مسلمہ خاص و عام ہے
 اوشاد و حکم منصب خاص امام ہے
 تھا قوم کا جو فرض وہ تھا بس عطلے زر
 آگے مقدسین علی گڑھ کا کام ہے
 یہ بارگاہ خاص نہیں مجلس عوام
 سمعاً و طاعت یہ ادب کا مقام ہے
 مخصوص ہیں مناصب خاصان بارگاہ
 تم کون ہو جو تم کو یہ سودے خام ہے؟

مسئلہ الحاق

مجھ کو حیرت تھی کہ تعلیم غلامی کیلئے
 پہلے جو بزم کہ خاص تھی اس فن کیلئے
 وہ نیا کون سا پہلو ہو کہ جو باقی ہے
 آج جو کچھ ہے اسی درس کی شائق ہے
 ایک ہوتے ہوئے پھر لیگ کی حاجت کیا تھی
 جب ہی بادہ گلگون ہو دہی ساقی ہے
 فیض ہر عالم بالا کا ابھی تک جاری
 استفادہ میں وہی شیوہ انشراقی ہے
 غلطی سے جو نئی چیز سمجھتے ہیں اُسے
 یہ فقط وہم غلط کار کی خدائی ہے

۔۔۔۔۔

شیخ صاحب نے کہا مجھے باز لطیف
 یوں تو ہیں جامعہ و درس غلامی و دنوں
 اس میں اک راز ہر اک نکتہ انشراقی ہے
 فرق یہ ہے کہ وہ محدود یہ الحاقی ہے

۔۔۔۔۔

یونیورسٹی و پیوٹیشن

تھی سفارت کی جو تجویز بظاہر موزون
دفعہ دار و صدر سے اٹھا ایک شخص
اسنے اس زور سے تجویز کی رد و قبح
اہل مجلس نے جو بدلا ہوا دیکھا انداز
صدر محفل نے ہلکا کر اسے آہستہ کہا
بادہ جام سفارت سے روایا فلک تھا
ابن وہ طرز سخن تھا نہ وہ آزادی رکے
جس کی تقریر گونج اٹھتا تھا اجلاس مال
نعت حیرت تھی کہ ایک ذرہ خاکستر تھا
دیکھتے ہیں تو حرارت کا کہیں نام نہیں

اہل مجلس بھی بظاہر نظر آتے تھے خموش
جس کی آزادی تقریر تھی غارتگر موش
چونکا اٹھے وہ بھی جو میٹھے تھے پنبہ بکوش
ڈر ہوا یہ کہ کہیں باؤں نہ بڑھ جائے خروش
کہ تو ہم شامل دغدغی این بایہ عیوش
ایک ہی جر عین شہر حری تھا خاموش
نہ وہ ہنگامہ طرازی تھی وہ جوش فخر و دل
ابن اک پیکر تصویر تھا بالکل خاموش
وہ سرارہ جو ابھی برق تھا دوشن و دس
ہو گیا شعلہ سوز نہ بھر کہ کر خس و خاش

اہل ثروت سے یہ کہدو کہ مبارک ہو تمھیں

لہذا الحمد ابھی ملک میں ہیں رکے فروش

یونیورسٹی اور الحاق

شرط الحاق پہ اصرار اور ایسا اصرار
دہسکا ہیں ہیں کہاں کیجیے جنکا الحاق
لوگ جس چیز کو کہتے ہیں علی گڑھ کالج

شیوہ عقل نہیں بلکہ یہ ہر کج نگہی
اور اگر ہیں بھی تو بیکار ہیں یا بطل تی
چشم بینا ہو تو ہے جامعہ قوم بہی

یہ وہی کعبہ مقصود ہے جو یحییٰ بن یسوی
 جو کہ ارشاد ہر مہار یہ طغرے ہی
 اِنَّ هٰذَا لَكُوْنٌ حَقٌّ وَاَمْنٌ بِهٖ
 یہی قبلہ حاجت ہے سو یحییٰ بن تو ذرا
 آج لو کہ میں جمعیت قومی کے امام
 سے سبق لفظ ہی کہتے ہیں

قوم کلو کھئے یحییٰ بن کہ یہ سب سن کے کہا
 جو کھلو نا تجھے دکھلایا تھا لونگی تو وہی

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ

۲۸ - دسمبر ۱۹۱۲ء

یہ فیض ہے جماعت احرار کا ضرور
 آزاد دی خیال کا جو کچھ کہ ہے اثر
 لیکن یہ دکھنا ہے کہ یہ عزم یہ ترنگ
 اب قوم کو جو شخص پرستی سے عا ہے
 یہ سب انھیں کے فیض کا منت گزرا ہے
 ہے دیر پاکہ جو شر جنوں ہوا ہے

اب کی جو لکھنؤ میں دکھایا گیا سماں
 دکھایا یہ پہلے دن کہ ہر اک گوشہ بساط
 عل ہے کہ وہ مقدمہ الجیش آگیا
 احرار کی صفوں کی صفین میں جمی ہوئی
 اشیخ پر ہر اک پھرتا ہے اس طرح
 ہاتھ اٹھ رہے ہیں یا علم فتح ہے بلند
 سچ پوچھیے تو مسخ کرد روزگار ہے
 میدان رزم و عرصہ کہ گیر و دار ہے
 اب انتظار فوج میں میاں ہے
 مجلس تمام عرصہ کہ کارزار ہے
 گویا حریف رستم و اسفندیار ہے
 چلتی ہوئی زبان ہے یا ذوالفقار ہے

ہر نوجوان ہر نشہ آزادی ہر مست
 احرار کہہ رہے ہیں یہ مانیں گے ہم کبھی
 الحاق اگر نہیں ہے تو یسعی ہر جست
 جو دایمان ملے کہ کچھ نہ سب انجمن

جو ہے وہ حریت کا سر پر خمار ہے
 دیو کا دیس لے کو کیا اختیار ہے
 مسلم کا لفظ خاص ہمارا شعار ہے
 سب م بخود سے ملے کہ یہ کیا نشانہ ہے

یا صبح دم جو دیکھئے آکر تو بزم مین
 ٹوٹی ہوئی صفین ہیں علم مرنگوں مین سب
 سازش کا ایک کمال بھلا یا ہر طرف
 سر تہان میں دور قبح ہے راز کی

نے وہ خردش، خوش و دیر کردا ہے
 باز سے تیغ گیر جو تھا، رعشہ دار ہے
 ہر شخص اس کی فکر مین ہر طرف کا ہے
 ہر شخص حکمت علی کا شکار ہے

جو بات کل تک سبب ننگ عار تھی
 جن بات پر کہ نعرہ نفوس بند تھے
 کل کہ چکے ہیں کیا یہ نہیں کہی کیا
 خود آپ اپنے ہاتھ سے کھائی ہو شکست

وہ آج بایہ شرف افتخار ہے
 اب وہ قبول خاطر ہر ذی قار ہے
 اب نکتہ ہمارے زیر لبی پر مدار ہے
 کہتے ہیں پھر یہ فتح مبین یاد گزار ہے

حیران تھے عوام کہ کیا ماجرا ہے یہ
 احرار کا طریق عل ہے اگر یہی
 پھر کامیاب یوں کا عبث انتظار ہے

بر بادئی خانان

مولانا شبلی مرحوم نے اپنے بھائی مولوی نر اسحاق صاحب مرحوم کی وفات پر ایک نوحہ لکھا تھا۔ اس نوحہ کو دیکھ کر کس کو خیال ہو سکتا تھا کہ تھوڑے روز بھی مشکل سے گزرنے پائیں گے کہ ملک کو اس کے مصنف کا بیٹا مرنے لگا۔ افسوس موت نے ہمارے ہاتھ سے کیسا زبردست فاضل چھین لیا۔

وہ برادر کہ عراؤ سیف کفانی تھا ! وہ کہ گھر بھر کے لیے رگبت یزدانی تھا !
 وہ کہ دستِ دلِ شبلی اعانی تھا ! جو جس اسی کا تھا تو سیر سرورِ شہرین تھا !
 جسے ناکارون کی ایک قوتِ علی تھا ہی جسے والدِ مرحوم کے قابلِ دشمنی تھا !
 اب وہ مجموعہٴ اخلاق کہاں سے لاؤں اب وہ مجموعہٴ اخلاق کہاں سے لاؤں
 جب کیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت میں بہر
 خود گرفتار رہا تا کہ میں آزاد رہوں اس کا قصہ تھا کہ ہر طرح سے تھا میں بے غم
 میں راحت کے جو سامان ہر طرح بہم اس کے صدقے سے تھی میری سخن آرائی بھی
 تازہ تھا دلپہ کے مہدیِ حرم کا داغ اُس کو جنت میں جو خالق دیا بے فراغ
 وہ کہ مجموعہٴ ہر خوبی انسانی تھا ! یہ جو آئے گیا آپ وہ ان کی زد پر
 قوتِ دستِ دلِ شبلی اعانی تھا ! اُس نے غم اس لیے کھائے کہ میں درہون
 بالِ اس کا یہ مرے ہمارے پر زہین تھا ! گھر کے جھگڑوں نے کچھ فکر نہ کچھ نچ و الم
 مایہٴ عزتِ اجداد کا حامل تھا ہی میں تھا اور مشغلہٴ نامہ و قرطاس و قلم
 یونہی سب سے بھی اعضا میں گزر لکھا ہی اسکا ممنون تھا مارا گوشہٴ تہائی بھی
 کہ مرا قوتِ بازو تھا مارا چشم و چراغ کہ یہ کہتا تھا کہ اب بھی تو تازہ ہو یہ باغ
 ہائے افسوس میں اسحاق کہاں سے لاؤں میں یہ کہتا تھا کہ اب بھی تو تازہ ہو یہ باغ

یعنی وہ اُکینہ خوبی اخلاق تو ہے !
 آج افسوس کہ وہ نیرتا بان بھی گیا
 اب وہ شیرازہ اوراق پریشان بھی گیا
 گلہ خونی نقصد پر رہا جاتا ہے
 تجھ کو اُد خاکِ لحدِ آج اجل نے سوہنی
 بسکہ فطرتِ بین و دینیت بھی نفاسِ طلبی
 دیکھنا اُس کے غبار آئے نہ دامن پہ کہین
 اُس کے اخلاق کشتِ جاتے ہیں دل میں ہزار
 وہ وفا کیشی اجاب وہ مردانہ شعار
 جھست بھی اکل لطف کٹ جاتی تھی
 حق نے کی تھی کرم و لطف اُسکی تخیر
 بات جو کہتا تھا ہوتی تھی ہتھ کی لکیر
 بسکہ خوش طبع تھا وہ صاحبِ بیر بھی تھا
 اُسکو شہرت طلبی کبھی کچھ کام نہ تھا
 اُسکی ہر بات میں اکل لطف تھا ابراہیم تھا
 اُسکے ابراہیم کی گری بازار نہ تھی
 اُسکو معلوم جو تھا وسعتِ تعلیم کار از
 اُسے یہ کام نئی طرح کیا تھا آغاز
 کوششوں کے جو نتیجے تھے اُسے مل سکے

اُٹھ گیا امدی مرحوم تو اسحاق تو ہے
 سیرنی جمعیتِ خاطر کا وہ سامان بھی گیا
 عقبہ والد مرحوم کا دربان بھی گیا
 نوجوان جاتے ہیں اور پیر رہا جاتا ہے
 وہ امانت جو مے والد مرحوم کی تھی
 نازِ روہِ نعمت تھا بہ این سادہ و شی
 گردِ چائے نہ اُس عارضِ و شنِ پاکین
 وہ شکرِ ریزِ بستم وہ متانت وہ وقار
 وہ دل آویزی خود وہ نگہِ الفت یار
 اُسکی ابرو پہ سکن اُسکے ہلٹ جاتی تھی
 خوبی خلق و تواضع میں تھا اُسکا نظیر
 اُس کی اکثات تھی مجموعہ اوصافِ کثیر
 سچ تو یہ ہے کہ وہ نوزیر بھی تھا پیر بھی تھا
 وہ گرفتارِ کمندِ ہوسِ خام نہ تھا !
 وہ کبھی مدعی رہ بری عام نہ تھا
 اُسکی جو بات تھی کردار بھی گفتار نہ تھی
 اُس نے دیکھے تھے جو منزل کے نشیب و رفراز
 مگر افسوس کہ تھا راہِ بینِ خشتِ گشتِ تاز
 ہائے وہ پھول کہ پھلے تھے مگر کھل نہ سکے

آہ بھائی تہے مرینکے تھکے بھی کوئی دن
 مسند حلقہ اجاب ہی سوئی تھک بن
 دن جب آئے کہ نکھے ہم ہر جھوڑ کون
 یہ بھی کی جان برادر کوئی جائیکہ ہر طور
 ابھی آنے بھی پایا تھا تہے اوج کا دور
 چھوڑ کر بچوں کو بے خبر سکون جاتا ہے
 آہ اے مرگ کس کی نہیں تجھ کو تیسر
 میں نے مانا ترے نزدیک تیار وہ کوئی چیز
 لاؤں میں کس کی در کے بس کے بھی نہیں
 اے خدا شہی دل خستہ امین مونس سفید
 مرنے والوں کو نجات دہی کی ہو لید
 کیا کہوں تجھ کے غم تاب رقم بھی تو نہیں
 اب مے خامہ برونہ وین دم بھی تو نہیں

نالہ شبلی

بروقات برادر خرد مولوی محمد اسحاق مرحوم وکیل علی کورٹ لاہور

وہ بھی تھا ایک دن کہ یہ چشمہ ہرے دل
 جو شعر تھا چراغ شہستان حور تھا

سینہ میں تھا چمن کدہ صدائے سدا
اک ایک برگ تھا درقِ نوبہارِ حُسن
آنکھوں میں کیفِ بادۂ ناز و غور تھا
ذروں کے رخ پہ صبحِ سعادت کا نور تھا

— ۰ —

نظرِ آتا نہیں اب صبر کا پہلو مجھ کو
شہرِ دیرانہ نظرِ آتا ہے ہر سو مجھ کو
کام جیتے نہیں کچھ قوت بازو مجھ کو
ہاے افسوس کہاں چھوڑ گیا تو مجھ کو
جب وہ گنینہ ایستاد و مستانہ رہا

ایک بیکار زمانہ میں رہا یا نہ رہا
انتقالِ پدرِ پیر بھی دیکھا میں نے
ماتمِ مادرِ دلگیر بھی دیکھا میں نے
صدرِ رحلتِ ہمیشہ بھی دیکھا میں نے
دوبرادر کو جو ان میر بھی دیکھا میں نے

یہ نمائش کدہ داغِ عزیزانِ تو نہیں
میرا سینہ ہر آنی یہ چہرا غلّانِ تو نہیں

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا انصاف

پسرِ عبدالعزیز اموی
جب بلا تختِ خلافت اُن کو
ہو گیا گلشنِ گیتی شاداب
ایک شب گھر سے چلے ہر نماز
عدل میں ثانی ابنِ الخطاب
کوئی آوارہ وطن تند مزاج
ہو گیا گلشنِ گیتی شاداب
پاؤں کا اُنکے ٹھوکا جو لگا
صحیح مسجد میں تھا آلودہ غلاب
خیر ہو گیا کوئی جمنون جو تو؟
جاگ اُٹھا اور کیا اُنسے خطاب
یا کچھ ہر تری آنکھوں پہ حجاب

ہنس کے فرمایا کہ مجنون نہیں
 ہاں مگر ہو گئی مجھ سے تقصیر
 چوہ اردن نے کیا اسکو اسیر
 آپ نے روک دیا ان کو وہیں
 اسے اک بات نقطہ پر بھی تھی
 بات قطعی تو نہیں اسے کہی
 اتنی سی بات پہ یہ جوش غضب
 بکسون کو میں ستاؤں کیونکر
 کچھ نہیں مجھ میں جنون کے اسباب
 آپ سے حقوق طالب ہوں جناب
 چاہتے یہ سمجھ کر دین اسکو جواب
 پھر کیا اُن سے یہ آہستہ خطاب
 جو مناسب تھا دیا میں نے جواب
 پوچھنا کچھ نہیں تیا ان خطاب
 اتنی سی بات پہ چشم و عتاب
 مجھ کو دینا ہے قیامت میں جواب

دعوت عمل

یہ نام ۱۸۹۲ء کے اجلاس انجیو کیشنل کانفرنس میں پڑھی گئی تھی

بھائی آج اگر اس نام میں یہ مسلمان ہیں
 خلیل اللہ سے ہمارے نازی جنگ ہو گئی ہے
 فقط ان صبیہ قومی انہیں ان کھینچ لایا ہے
 ہمارے متکا وہ اٹھانے آئے ہیں احسان
 ہر مین علم میں ان خلاق میں مجد اور شرافت میں
 خدا نے انکو بخشی ہے حکومت اور سطوت بھی
 مگر ان کو کسی عزت پہ نازش ہے تو اچھے ہو
 یہ انکی نرم ہے جو یادگار سل عثمان ہیں
 ہزاروں گیسو آگے وہ اس گھر میں ہیں
 جہانجی و حکومت نہ حاجب میں دربان ہیں
 کہ اسلامی جماعت پر ہزاروں جن کے احسان ہیں
 یہی صلوٰۃ میں ہیں چہرہ تم آج نازان ہیں
 کہ جسم سلطنت کے یہ چراغ اور ارکان ہیں
 کہ یہ اسلام کے ہیں نامیہ اور مسلمان ہیں

نہ عہد کن تفاد تہی چونکہ حفظ مراتب ہے
 سہمی ہیں ان میں جوان بھی و رکن بھی
 یہ وہ ہیں جنہیں ہر اسلام کا ایک شریقی
 انہیں کسے بازوؤں میں زور تھا کشورتانی کا
 یہ وہ ہیں ان کی دل سے جو فداے قوم ملت ہیں
 انہیں گایا کبھی دل در دقوی سے جو ضالی ہو
 انہیں احساس ہوا ان کی ملت کی تباہی کا
 انہیں معلوم ہوا کہ ان میں ہرگز شرم گردوں

نہی ہے ان کو جس آزار سے بھونکا ہے اب

یہ واقف ہیں کہ چلے قوم کیا تھی و کیا رہا اب

مگر وہ روز کو جس کو یہ سمجھے تھے دوران ہے
 نوہں کھجوا کہ اب بار کوئی دم کا ہماں ہے
 مرغی و نابڑھا دینی خود وہ شہر جودران ہے
 ہائے حق ہیں وہ بے لایہ شباب پریشان ہے
 یہ انہوں حق تین لپٹے افسوس ہوئی مسلمان ہے
 کہ سب پیش نظر اسلاف کی بے شوکت شان ہے
 کہ دنیا آج تک اسلام کی نمودن حسان ہے
 کہ در پلٹت عباس کل ایک شانوان ہے
 کہ ایک قصر حمر قبا گاہ روز نوران ہے

ایک ایسا دم ایک کچھ تھے کہ آسان ہے

دو ابر بار جب اپنا اثر اٹھا ہی کھلا ہے

جو چرخ پوچھ تو ہر اسلامیوں کی بس یہی حالت

سلف کا تذکرہ جو ہمت و غیرت کا ہر افسون

یہ قضا پر حکامین ہماری نیند کی شدت

ہیں حساس تک ہوتا نہیں اپنی باہری کا

ہماری گفتیں سب در ہو جاتی ہیں یہ سن کر

نہ لیتے ہیں ہر دن تک کسی سچے سنتے ہیں

نہیں کہنے کو بیان گھر تک گر چکا رہتے ہیں

ہیں خج دان پڑے مگر اس نعم میں اتارنے پھرتے ہیں
 نظر آتے ہیں ہم کو عیب اپنے خمیہاں بنکر
 بسر ہوتی ہر گز اوقات فیاضی پہ غروں کی
 حجت اور خوداری نہیں ہر گز طبیعت میں
 طبیعت میں اگر ہیں فتنہ پڑا نہ ہی کچھ جوہر
 تو اچھا ہر کہ مسکینی تو اول شرط ایمان ہے
 تو دعویٰ ہر کہ تدبیر اور سیاست فضل انسان ہے

وہ قوم اور وہ جماعت جس میں یہ اخلاق محکم ہیں
 بلائیں اُسے جو اُن میں وہ کم ہیں اور بہت کم ہیں

یہ جو کچھ سن چکے ہو قوم کی تم حالت ابتر
 ہماری سب بڑھ کر نصیبی جو ہر وہ یہ ہر
 گیا وہ وقت جب اب اس کا نام ہمدردی
 گیا وہ وقت ہم کو نا صون کی جہ ضرورت تھی
 گئے وہ دن کہ ہم محتاج تھے عبرت لانے کے
 ضرورت اب ہر گز کہ تو بس اُن بزرگوں کی
 فقط باتیں ہوں کچھ کام بھی آئے ہاتھوں سے
 نہیں مگر یہ تو بس کل گری صحبت کے سالان میں
 طلب درستی کچھ کام بن آئے تو بن آئے
 تھیں جگہ میں رہش کو شکل شکل میں
 ابھی تک تم میں ہر آلا کا کچھ اثر باقی
 ابھی کچھ کچھ نکاتی حیران رہا چھوٹوں میں

نہ سمجھو یہ کہ ہر اس دیستان کا خاتمہ اس پر
 کہ بے پروا ہیں بھی تم کے جو آج ہیں لیڈر
 کہ دو آنسو بہا لیں قوم کی در ماندہ حالت پر
 فلک نے کر دیا ایک اک کو آپ پنا نصیحت گر
 ہمارا حال خود عبرت فرا ہے سچ سراسر
 کہ جنہیں خیر سے کچھ کر دکھانے کے بھی ہوں جوہر
 کہیں کچھ وہ سمجھ کر دکھائیں اس سے کچھ بڑھ کر
 یہ قومی مرثیے یہ وعظیہ ایسے یہ لکھر
 فصاحت و بلاغت کا بس بچتا نہیں نثر
 مگر کرنے پہ آجاؤ تو آسان ہیں آسان تر
 شرر کو کچھ چپکے پر گرم ہے اتنک وہ خاکستر
 ابھی کچھ کاٹ ہر اس تیغ میں گھس چکے جوہر

وہی فیاضان تم میں ہیں تمہیں معنِ حاتم میں
مگر یہ نورِ سمون کے لیے وہ وقف ہیں یک سر
کچھ اس سے کم ہوا تھا صرف تجیزِ اسلم میں
لٹا دیتے ہو تقریبوں میں جتنا تم زرِ زیور
فقط آپس کے جھگڑوں میں تم اس کا لینے ہو
وہ جوت اور ذہانت جیسے اب بھی تم ہنوم آؤر

سنھانا اب بھی گر چاہو تو ہے وقت اور ضرورت بھی
وگر نہ پھر نہیں رہنے کی جو کچھ ہے یہ حالت بھی

غزلیات

اثر کے پیچھے دلِ حزمین نے نشان چھوڑا نہ ہر کہین کا
گئے ہیں نالے جو سوے گردوں تو اشک نے رخ کیا زمین کا
بھلی تھی تقدیر یا بڑی تھی یہ راز کس طرح سے عیان ہو
تو نہ کو سجدے کیے ہیں اتنے، کہ مٹ گیا سب لکھا جین کا
وہی لڑکپن کی شوخیان ہیں وہ اگلی ہی ہی شرارتیں ہیں،
سیانے ہو گئے تو بان بھی ہوگی، ابھی تو بس ہر نہیں نہیں کا
یہ نظم آئیں یہ طرزِ بندش، سخنوری ہے، فنون گری ہے
کہ ریختہ میں بھی تیرے بستی مزہ ہے طرزِ علی حزمین کا

تیر قاتل کا یہ احسان رہ گیا
کئی بادستِ جنون نے کو تھی
دو قدم چل کر تیرے وحشی کے ساتھ
قتل ہو کر بھی سکتا وحشی کہاں
جائے دلِ سینہ میں پیکان رہ گیا
چاک کر تا ہوا مان رہ گیا
جادو راہِ بیابان رہ گیا
تیغ کا گردن پہ چھان رہ گیا

ہم تو پہونچے بزم جانان تک مگر
 کیا قیامت ہے کہ کوئے یا اسے
 دوسرے پر کیا لکھے راز دہن
 جذبہ دل کا ذرا دیکھو اثر
 جامہ ہستی بھی لب من پر نہیں
 ضعف و سستی بھی نہیں جیتا ہے
 ایجنوں بکھڑے کچھ تو نکلا اگر
 حسن چکا یا رکھا اب آفتاب
 لوگ پہونچے نزل مقصود تک
 بزم میں برسا دہرے سے مظلوم

یاد رکھنا دوست تو اس بزم میں

اس کے شبیلی بھی غر لخوان رہ گیا

پوچھتے کیا ہو جو حال شب تنہائی تھا
 شبِ فتنہ میں دل غمزدہ بھی پاش تھا
 میں تھا یادِ وہ خون بہشتان تھی شبِ بحر
 پاڑے دل خونین کی طلب تھی یہم
 رحم تو ایک طرف پایہ شناسی دیکھ
 آنکھیں قاتل سہی پر زندہ جو کرنا ہوتا
 خون روئیے بس وہی قدم میں چھالے
 رخصت مہر تھی یا ترک شکیبائی تھا
 وہ بھی کیا رات تھی کیا عالم تنہائی تھا
 اُن کو ان خفہ اُجمن آرائی تھا
 شبِ آنکھوں کو مرے ذوقِ وارائی تھا
 قیس کو کہتے ہیں مجنون تھا، صحرائی تھا
 لب لبیبان تو اعجازِ سبحانی تھا
 یان ہی حوصلہ باویہ بیانی تھا

دشمن جان تھے اور ہر چیز میں درد غم و رنج
انگلیاں اٹھتی تھیں نرگان کی اسی گنجیم
کون اس راہ سے گذرے کہ ہر نقش قدم
خوب وقت لے کر نیک ترین جزا دیدگان خدا
اور اُدھر ایک اکیلا تراشیدنی تھا
جس طرف نرم بین وہ کافر سائی تھا
چشم عاشق کی طرح اس کا تماشائی تھا
لحد تیرہ بین کیا عالم تنہائی تھا
ہم نے بھی حضرت شبلی کی زیارت کی تھی
یوں تو ظاہر میں مقدس تھا یہ شیدائی تھا

تیس چکریے ترکے سے وساقی کر لون
پھینک دینے کی کوئی چیز نہیں فضل و کمال
اوی بکترین قیامت ہی پر رکھو پریش
کچھ تو ہو چارہ غم ہات تو کیسو ہو جائے
اور پھر کس کو پسند آئے گا ویرانہ دل
جور گرد و گیس جو مرتیکی بھی فرصت بھلائے
وا عطا سادہ کو روز وین تو راضی کر لون
ورنہ حاسد تری خاطر سے مین یہ بھی کر لون
مین ذرا عمر گزشتہ کی تلافی کر لون
تم خفا ہو تو اجل ہی کو مین راضی کر لون
غم سے مانا بھی کہ اس گھر کو مین جالی کر لون
اتھان دم جان پرور عیسی کر لون
دل ہی ملتا نہیں غفلوں سے وگرنہ شبلی
غوب گزے فلک کے دن سے جو یاری کر لون

نا تو ان عشق نے آخر کیا ایسا ہم کو
دور و فرقت کے ترے ضعف ہے ایسا ہم کو
جوش و حشمت مین ہو کیا ہو کو بھلا فکر لباس
رہبری کی دہن یار کی جانب نہ ملے
دل گرا اس کے زخم نہ مین فریب خط سے
غم اٹھایا بھی باقی نہیں یا راہم کو
خواب مین بھی ترے دشوار ہو آنا ہم کو
بس کفایت ہو جنون و امن ہر راہم کو
خضر نے جنتہ میوان یہ دکھایا ہم کو
چاہے جس پرش تھا اے دل نہ سوچا ہم کو

وہ کا ہیدگی جسم بھی کیسا کام آئی بزم میں تھے یہ رقیبوں نے نہ دیکھا ہم کو

قالب جسم میں جان آگئی گویا شبلی

مجزوہ فک کرنے اپنی یہ دکھایا ہم کو

کچھ اکیلی نہیں میری قسمت غم کو بھی ساتھ لگا لائی ہے

منتظر میرے تھے تم میرے اب جو تشریف سب لائی ہے

نگہت زلف غبارِ رہ دوست آخر اس کو چسے کیا لائی ہے

موت بھی دکھائی تھی مجھ سے یہ شب ہجر سنا لائی ہے

جنگلوں کے سری آنکھ وہاں اک تماشا سا دکھ لائی ہے

آہ کو سوے اثر بھیجا تھا دان کیا جانے کیا لائی ہے

شبلی زار سے کہہ نہ کوئی

مردہ وصل سب لائی ہے

یار کو رغبت اغیار نہ ہونے پائے گل مر کو ہوس خار نہ ہونے پائے

اسین درپردہ کھتے ہیں وہ اپنا ہی گلہ شکوہ جز بھی زہر نہ ہونے پائے

فتنہ شہرِ جونا تو دے پاؤں ذرا بخت خفہ مرا بیدار نہ ہونے پائے

ہاؤں کا کچھ کہہ نہ سکے سوزِ دردِ دن آبلے ہم سخن خار نہ ہونے پائے

چپکے وہ آتے ہیں گلگشت کو ای باد صبا سبز باغ بھی بیدار نہ ہونے پائے

پھر کہیں جوش میں آجائیں یہ دیدہ تر سامنے ابر کس بار نہ ہونے پائے

باغ کی سیر کو جاتے تو ہوا پر بار ہے سبز بیگانہ ہی دو چار نہ ہونے پائے

جمع کر لیجئے غمِ دن کو مگر خوبی بزم بس میں تک کہ بازار نہ ہونے پائے

آپ جاتے تو میں اس بزم میں لیکن شبلی
حال دل دیکھئے ہلکا رہے ہونے پائے

مستقر قات

نوجوانوں سے خطاب

کے تھے ہم نے بھی کچھ کام جو کچھ ہم سے بن آئے
یہ قصہ جب کا ہے باقی تھا جب عہد شباب اپنا
اور اب تو سچ یہ ہے جو کچھ امیدیں ہیں وہ ہیں تم سے

جوان ہو تم لب بام آچکا ہے آفتاب اپنا
بکھرتا جاتا ہر شرازہ اوراقِ اسلامی
چلینگی تند بادِ کفر کی یہ آندھیاں کبتک
ہم اپنے خون سے پھینکے انکی کھیتیاں کبتک
حرم کی سمت بھی میلہ فگنو کی جب نگاہیں ہیں
تو پھر کچھ کم مرغانِ حرم کا آشیان کبتک
جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو لبِ شبلی کہاں جائیں

کہا اب من امان شام و نجد و قروان کبتک
حضرت اکبر الہ آبادی کے رقعہ دعوت کا جواب

آج دعوت میں آنے کا مجھے بھی ہر مظل
لیکن باب کچھ ایسے ہیں کہ مجھ کو ہون میں
آپ کے لطف و کرم کا مجھے انکار نہیں
صنفِ درگوش ہون میں ہون شکور ہون میں
لیکن اب میں نہ ہوں کہ پڑا پھرتا تھا
اب اللہ کے فضل سے تیمور ہون میں
دل کے ہٹا نیکی باتیں ہیں یہ شبلی ورنہ
جیتے ہی مردہ ہوں مرحوم ہوں مغفور ہوں نہیں

سہ یہ اشعار اس شہر آشور کے ہیں جو کہ بت مجوس کے بعد آباد ہوا تھا اور آج کل کے کچھ لوگ اسے یاد کرتے ہیں۔

سیرۃ نبوی کی تکمیل

مصارف کی طرف متوجہ نہیں ہر بصورت
ہر ہی تالیف و تنقید روایت ہے تاریخی
کہ ابر فیض سلطان جہان گیم زرافشان ہے
تو اس کے واسطے حاضر مراد ان کے مرجان ہے

غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جس میں اک فقیر بیٹھا ہے ایک سلطان ہے
ایک ناقص نام نظم

اک شہر میں کہ پایہ تخت قدیم ہے
دیوار و در سے تہمت فتح ہے بلند
پہچلے پہر سے آج عجب شور و شین ہے
غل ہے کہ آج عیش و راحت ہو چین ہے
گو یا کہ وقت بر رہی مشرقین ہے
در بار ہے کہ جلوہ گزیرین ہے
ہرین بحجاب پر دیگان حریم قدس
جنگی زبان پہ شور ہو فوج ہو دین ہے

تاکید اُن سے ہے کہ ادب سے کھڑی رہیں
یعنی کہ احترام شہی فرض عین ہے

نشد آدھ تھی نگاہ مست ساقی ہر قدر
خود بخود لہر میز سے ہر ساغر و پیما نہ تھا

یوں چشم ترین قامت جانان ہو جلوہ گر
جس طرح سے کہ سرو لب آب بھر ہے
جن گم شدہ اشعار کا ذکر گذارش میں ہو انہیں سے یہ شعر یاد رہ گیا ہے۔

شہر آشوب اسلام

ریاست ہائے بلقان نے ملکر ایک ساتھ ترکی حملہ کیا تھا اور اسے ترکی کو
جو نقصان عظیم اٹھانا پڑا اس تمام دنیا سے اسلام نے خون کی آسوی بہائے تھے۔
ان ہی اشک فشانوں کے چند قطرات یہ ہیں۔

حکومت پر زوال آیا تو بھر نام و نشان کب تک
قبائے سلطنت کے گرفتار نے کر دیے پرنے
مراکش جا چکا۔ فارس گیا۔ اب بیکھنا ہے
یہ سلاب بلا بلقان سے جوڑھتا آتا ہے
یہ سب ہیں یقین بسمل کا تاشا دیکھنے والے
یہ وہ ہیں مالہ مظلوم کی لئے جو کج بھاتی ہے

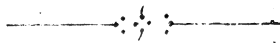
چراغ کشتہ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک
فضائے آسمانی میں اُڑیں گی دھجیاں کب تک
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریض سخت جان کب تک
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دیوانہ کب تک
یہ سیران کو کھائے گا شہید نیم جان کب تک
یہ راگ ان کو سنائے گا تیم ناتوان کب تک



کوئی بوجھ کہ اے تہذیب انسانی کے استاد
یہ جوش انگیزی طوفان بیدار دلاتا ہے
یہ انا نکو تواروں کی تیزی آزمائی ہے
نکارستان خون کی سیر گریختے نہیں دیکھی
یہ مانا گرمی محفل کے سامان جا نہیں تم کو
یہ مانا قصہ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے
یہ مانا تم کو شکوہ ہے ظلمت خشک سال کا

یہ ظلم آریاں تباہے۔ یہ شہر انگیزبان کب تک
یہ لطف اندوزی ہنگامہ آہ و فغان کب تک
ہماری گردنوں ہو گا اس کا امتحان کب تک
تو ہم دکھلائیں مگر ختم ہائے خون کب تک
دکھائیں ہم تجھیں ہنگامہ و فغان کب تک
سائیں تم کو اپنے دردوں کی دوائی کب تک
ہم اپنے خون سے تجھیں کھیتی کب تک

عروسِ نکاح کی خاطر میں رکھ رہے افشان
کمانِ تار کے ہم سے انتقامِ فتحِ انبیا
ہمارے ذرہ ہمارے خاک ہونگے زرخشاں کب تک
دکھاؤ گے ہمیں جنگِ صلیبی کا سماں کب تک
کچھ کر رہا کہ وھڈے سے نشانِ عکاسِ ہمیں
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام و نشان کب تک

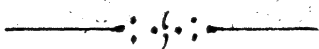


زوالِ دولتِ عثمانِ زوالِ شمسِ ملت ہے
خدا را قسم یہ سچے سچے کیا ہیں؟
عزیزِ فکرِ فرزندِ عیالِ فغاناں کب تک
نہ سمجھے اتنے پھر سمجھو گے تم یہ حیات کب تک



پرستارانِ خاکِ کعبہ: کیا سے اگر اُسٹھے
جو گنجِ اُنٹھے کا عالمِ شوراؤں غلیسا سے
تو پھر یہ اتلِ حرمِ سجدہ گاہِ قدسیان کب تک
تو پھر یہ نیمہِ توحید و کلبا نگِ اداں کب تک
بکھرتے جاتے ہیں شیرازہِ اداؤںِ یزدانی
کہیں اُرکونہِ دامنِ حرم کو بھی چھو آئے
عبارِ کفر کی یہ بے محابا شوخیان کب تک
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیان کب تک
حرم کی سمت بھی صیدِ انگلیوں کی چنگاں میں

جو ہجرت کر کے جائیں بھی تو شبلی اکبائِ طابین
کہیں اب کیا کہ دامنِ گریہ مند و ستان کب تک



مطبوعات دار المصنفین (شبلی اکثیمی)

مولانا سید سلیمان ندوی	مولانا عبد السلام ندوی
ارض القرآن - (حصہ اول) عرب کا قدیم جغرافیہ عادی و فوجی، سیاسی لایکھ، صحابہ کرام کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی تاریخ اور موجودہ آثار و تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے۔ قیمت ۱۰/-	اسوہ صحابہ جلد اول - صحابہ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اول کے اسلام کا علی خا کہ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۲۵۰ صفحہ۔ قیمت ۱۰/-
ارض القرآن - (حصہ دوم) اقوام قرآن سے مراد صحابہ لایکھ قوم ایوب بنی اسماعیل، صحابہ کرام صحابہ کرام، بزرگوار، انصار اور قریش کی تاریخ، اول عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی بحث دروس الادب - عربی کی پہلی ریڈر، طبع سوم مع ترجمہ ۱۲/-	۵۵۔ صفحہ قیمت انقلاب لائٹ - ڈاکٹر لیان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ، طبع دوم۔ قیمت ۱۰/-
رسالہ اہل سنت و الجماعت - فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق۔ طبع دوم۔ قیمت ۱۸/-	سیرۃ عمر ابن عبد العزیز - حضرت عمر ابن عبد العزیز خلیفہ اموی کی سوانح حیات اور ان کے مجددانہ کارنامے طبع دوم ۱۸/-
حیات مالک - امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ قیمت ۱۰/-	مولوی عبد الباقی ندوی
ہمارے خواتین اسلام - مسلمانوں کی عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۱۲/-	برکے اور اسکا فلسفہ - مشہور فلاسفر برکے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح قیمت ۱۰/-

مبادی علم انسانی - ادیت کی تردید میں کچھ
کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن ٹانج
کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں
جو اس انسانی پر بحث کر کے مادیات کا ابطال
کیا ہے - قیمت ۲۲

مولوی عبدالماجد بی لے

مثنوی بحر الحجت - شیخ مصطفیٰ کی ایک
نایاب مثنوی مع سوانح مصطفیٰ - ۱۲
پیام امن - موسیور جرڈ پال ایک
فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارہ امن
عالم و اخوت انسانی و خون آشامی دول
یورپ کی ترجمانی ہے - اور اسکے بعد مولوی
صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس میں کھنسن
مسائل پر بخیل اور قرآن کی تعلیمات کی
تفصیل ہے اردو میں بالکل نئے خیالات
ہیں ۶۰ صفحات - قیمت ۲۲
مکالمات برکے - برکے کے ڈاکٹر لاس کا
کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں
برکے نے مادیات کا ابطال کیا ہے - ۲۲

مولوی محمد یونس مرحوم قرنی محلی

روح الاجتماع - رسول بیان کی کشت
جماعت ہے انسانی کے اصول نفسیہ کا
اردو ترجمہ جس میں انسانی جماعت کے قضا

پبلک ہنٹاؤن کے خصوصیات اور جماعتوں
کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان
کیے گئے ہیں - صفحات ۲۲ قیمت ۲۲
ابن رشد - مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو
مسلمانوں کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا
ہے، اور جس کی تصنیفات مدتوں تک یورپ
میں پڑھائی جاتی تھیں - اس کے سوانح اور اسکے
فلسفہ پر تبصرہ اور اسی ضمن میں مسلمانوں کے
علم کلام و فلسفہ پر یورپ اور یورپ میں مسلمان
علوم کی اشاعت کی تاریخ، اور فلسفہ جہ
وقدیہ کا موازنہ بھی آگیا ہے ابن رشد کے
متعلق اتنا بڑا ذخیرہ معلومات کسی مشرقی زبان
میں بھی نہیں مل سکتا ۴۰۰ صفحے ۲۲

مولوی سعید انصاری

سیر الصحابیات - ازواج مطہرات،
بنات طاہرات اور صحابیات کی سوانح بیان
اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے - ۲۲

صاحبزادہ ظفر حسن خان

مقالہ روسو جس میں فرانس کے مشہور تعلیمی
انقلابی ہیرود (روسو) نے علوم و فنون کے
افادی اثرات نتائج پر تنقید کی ہے - ۲۲

ملنے کا پتہ :- اناظر بک اکیسی لکھنؤ

